بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بیشک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ

اُسوۂ حسنہ

تبلیغ و تربیت

حضرت کرماں والا شریف اوکاڑہ

www.karmanwala.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بیشک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے

اُسوۂ حسنہ

تبلیغ و تربیت

حضرت کرماں والا شریف اوکاڑہ

www.karmanwala.com

ناشر .... شعبہ تبلیغ وتربیت حضرت کرماں والا

سالِ اشاعت .... ربیع الاوّل ۱۴۲۶ ہجری

اپریل 2005 عیسوی

برائے رابطہ و مراکز تبلیغ و تربیت

1۔ دفتر ماہنامہ مجلّہ حضرت کرماں والا

حضرت کرماں والا شریف، اوکاڑہ 0442 513317, 0300-9426059

2۔ جامعہ مسجد نور

کرماں والا لاریکس کالونی، غازی آباد، مغل پورہ، لاہور 042 6871662

3۔ مرکزی عیدگاہ

نزد نگینہ چوک، پاکپتن شریف، فون: 0457 404458

4۔ طیّبی ماڈل سکول/ایجوکیشنل کمپلیکس

باجڑہ گڑھی، کنگرہ روڈ، سیالکوٹ، فون: 0432-630712

5۔ مرکز تبلیغ وتربیت کراچی

جامعہ مسجد حضرت کرماں والا، گلستان جوہر، بلاک 1، کراچی 0300 2388916

6۔ کرماں والا کتاب گھر

گنج بخش روڈ نزد حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ، لاہور 042 - 7249515

اُسوۂ حسنہ کا درس کیسے دیا جائے ؟

O بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ محمدٍ و آلہٖ وسلم پڑھیں۔ (لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے)

O پھر اعلان کریں: ہم ایک تبلیغی پیغام لے کر حاضر ہوئے ہیں، تمام دینی بھائی کچھ وقت اللہ عزوجل کے دین کے لیے یہاں ٹھہر جائیں۔

O بیان شروع کرنے سے پہلے پڑھیں: الحمدُ للّٰہِ ربِّ العالمین ط والصّلوٰۃُ و السّلام علیٰ سیّد المرسلین ط اَمّا بعد، فاعُوْذُ باللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

O اگر مسجد میں درس دے رہے ہیں تو کہیں: تمام بھائی اعتکاف کی نیت کر لیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل آپ کو زیادہ ثواب عطا فرمائے۔ (پھر پڑھیں)

نویت سُنت الاعتکاف (ترجمہ: میں اعتکاف (سنت) کی نیت کرتا ہوں)

O اگر مسجد میں درس دے رہے ہیں تو مختصراً آدابِ مسجد بیان کریں:

میرے دینی بھائیو! ہم اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل کے گھر میں بیٹھے ہیں، صفوں سے دھاگے یا تنکے کھینچنا، فضول باتیں کرنا وغیرہ گناہ کے کام ہیں۔

O براہِ مہربانی توجہ فرمائیں اور درس غور سے سنیں، اللہ کریم جل شانہٗ ہمیں شیطان سے محفوظ فرمائے۔ آمین

O اب درس شروع کریں۔ 1۔ ''اُسوۂ حسنہ'' میں سے چند منٹ کا درس دیں۔

2۔ جو کچھ لکھا ہو صرف وہی پڑھ کر سنائیں 3۔ (اگر عربی متن نہ پڑھ سکیں تو)

جہاں عربی آئے وہاں اُس کا ترجمہ پڑھ دیں۔ **4**۔پیراگراف کے آخر میں لکھا ہوا ''صفحہ نمبر/حوالہ'' وغیرہ درس کے دوران نہ پڑھیں، یہ صرف حوالہ کے لیے ہے۔ **5**۔کوئی بات درمیان میں نہ چھوڑیں اور نہ ہی درس اتنا طویل ہو کہ سننے والے اُکتاہٹ یا تھکن محسوس کرنے لگیں۔ **6**۔آخر میں دعوت دیں:

''تبلیغ و تربیت کا یہ سلسلہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سیکھنے سکھانے اور دین کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہے، میرے بھائی! اسلام ایک عظیم دین اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ نفرت نہیں محبت کا درس دیتا ہے، یہ سختی نہیں نرمی کی تعلیم دیتا ہے اور یہ دنیاوی زندگی کو چھوڑنے کی نہیں سنوارنے کی تلقین کرتا ہے، اِن باتوں کو مکمل طور پر سمجھنے، دین سیکھنے اور لوگوں کو دعوت دینے کے لیے آپ بھی کوشش کریں اور ہمارے ساتھ تبلیغ کے لیے نکلیں۔ ہر مہینے .... (اپنے مرکز کی مقررہ تاریخ بتائیں) تاریخ کو مرکز تبلیغ و تربیت .... (مرکز کا مکمل پتہ سمجھائیں) پر تبلیغی و تربیتی اجتماع کیا جاتا ہے، میرے تمام بھائی کم از کم ایک دن ضرور وقف کریں اور ابھی یہاں نیت ضرور کرلیں، اللہ کریم جل شانہٗ نیت کا اَجر عطا فرمائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ عزوجل''

O آخر میں دعا کریں اور پھر تمام لوگوں سے ملاقات کرکے اخلاق اور محبت کے ساتھ شکریہ ادا کریں۔ یاد رکھیں آپ کا اچھا روّیہ کسی کی زندگی بدل سکتا ہے۔

نوٹ: خواتین اِس میں مناسب تبدیلی کرلیں۔

☆عربی متن اور آیات وغیرہ کسی عالم کو سنائے بغیر نہ پڑھیں، جہاں نبی کریم ﷺ کا نامِ نامی آئے وہاں درود شریف مکمل اور سکون و اہتمام کے ساتھ پڑھیں۔

موجودہ تبلیغی سلسلہ کے بانی

مرشد العصر، شیخ المشائخ ، باباجی

سیّد میر طیب علی شاہ بخاریؒ

حضرت کرماں والے

آپ کے دادا ،معروف روحانی بزرگ حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کرماں والے کا سلسلہ نسب حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔آپ نجیب الطرفین سادات ہیں۔

ولادت باسعادت

حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری ، حضرت کرماں والے کے صاحبزادے سیّد عثمان علی شاہ بخاری کا عقد سیّد نور الحسن شاہ بخاری ، حضرت کیلیانوالے کی دُخترِ سے ہوااور اُن کے بطن اطہر سے آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ کا نام حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی، رابعہء عصر، سیّدہ بے بے جی نے ''میر طیب'' تجویز فرمایا۔ اوائل سے ہی آپ کی تربیت سیّدہ بے بے جی نے فرمائی۔والدِ گرامی کا وصال بچپن میں ہوگیا،لیکن اِس

کے باوجود سیّدہ بے بے جی نے اپنی نگرانی میں آپ کی دینی تعلیم وتربیت کا خیال رکھا اور ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ وپیراستہ کیا۔

آپ کی طبیعت شروع سے ہی دین، روحانیت اور محبتِ رسول ﷺ کی طرف مائل تھی، آپ پاکیزہ اور صاف ستھرے رہتے، شروع سے ہی ذکرِ الٰہی و ذِکرِرسول ﷺ کرنا اور کروانا آپ کا پسندیدہ عمل رہا۔

محبتِ رسول ﷺ

آپ کی محفل میں کچھ عرصہ گزارنے والے عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو جاتے ہیں، آداب کا خیال رکھنا آپ کی فطرت میں شامل ہے اور شریعت کی پابندی آپ کی عادت ہے، اپنے احباب اور وابستگان کو شعوری اور لاشعوری طور پر اللہ کریم جل شانہٗ کی طرف متوجہ رکھنے کے لیے ہر چیز قبلہ رُخ رکھتے ہیں، اپنی عادات وخصائل کے ذریعے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کا بار بار اظہار کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ سنتِ رسول ﷺ اور شریعت کے مطابق عمل کرنے والوں پر خصوصی توجہ اور شفقت جبکہ خلافِ سنت وشریعت کام کرنے والوں کی اصلاح کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔

آپ ہر سال زرِ کثیر خرچ کر کے سیرتِ نبوی ﷺ کی عظمت سے آگاہ کرنے اور ولادتِ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی منانے کے لیے ایک عظیم الشان روحانی وتربیتی اجتماع کرتے ہیں جس میں اندرون و بیرون ملک سے لاکھوں تشنگانِ دین و روحانیت شرکت کرتے ہیں۔ اِس اجتماع میں دین کی حفاظت اور فروغ کے لیے مسلسل کوشش کرنے کا عہد کیا جاتا ہے۔

سیرت و کردار

آپ سنت و شریعت پر سختی سے عمل پیرا ہیں لیکن زیر تربیت کو محبت کے ساتھ تلقین و نصیحت فرماتے ہیں، آپ انتہائی ہنس مکھ، خوش مزاج اور عمدہ طبع کے مالک ہیں، آپ بناوٹ، دکھلاوے اور خشک و سخت تبلیغ سے منع کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بظاہر دین سے دور، دنیاوی علوم میں مہارت رکھنے والے، پڑھے لکھے تعلیم یافتہ لوگ آپ کی صحبت میں بیٹھ کر چند ہی دنوں میں یکسیر تبدیل ہو جاتے ہیں اور دین کی طرف راغب ہونے لگتے ہیں۔ آپ ریاکاری سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں اور ہر عمل اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کے لیے کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ زیادہ تر اعمال و وظائف میں پوشیدگی کو پسند فرماتے ہیں۔ خود سادہ اور عام زندگی گزارتے ہیں اِسی لیے دوسروں کو بھی سادگی کی تلقین اور ریاکاری سے منع کرتے ہیں۔

سلسلہ تبلیغ و تربیت

اسلام کے خلاف پیدا ہونے والے شکوک و شبہات اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فروغ کے لیے آپ نے ۱۹۹۲ء میں سلسلہ تبلیغ و تربیت شروع فرمایا اور دن رات، جگہ جگہ لوگوں کو تبلیغ و تربیت کے لیے گھر سے نکلنے کی ترغیب دی۔ ہزاروں لوگ آپ کی دعوت پر مصروفِ عمل ہیں۔

خدمتِ خلق

آپ مصائب و آلام میں گرفتار، مصیبت زدہ، بیمار اور فاقہ کش لوگوں کے لیے ہمہ وقت مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ آپ کے دسترخوان پر شب و روز

لنگر جاری رہتا ہے، دکھوں، غموں اور مصائب کی دھوپ میں جھلسی ہوئی مخلوق کو جب محبت و اخلاص کی چھاؤں ملتی ہے تو اُن کے درد کا مداوا ہو جاتا ہے۔ آپ کسی کو کھانا کھلا کر، کسی کی امداد کر کے اور کسی کے ساتھ اخلاق کا برتاؤ کر کے بے حد خوش ہوتے ہیں۔ حضرت کرماں والا شریف اوکاڑہ میں فری ڈسپنسری اور پاکستان بھر میں مختلف مراکز پر ایسے ہی منصوبہ جات آپکی تسکین کا باعث ہیں۔

"حضرت کرماں والا اسلامک یونیورسٹی"

آپ کی زیرِ نگرانی، ایک عظیم الشان یونیورسٹی تعمیر ہو رہی ہے جس میں دینی، دنیاوی اور روحانی علوم کی تعلیم کے ساتھ پاکیزہ ماحول میں تربیت کی جائے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ عزوجل

آپ کی سرپرستی میں ماڈل سکولز کا ایک نیٹ ورک نسل نو کو اعلیٰ اور معیاری تعلیم فراہم کر رہا ہے۔ علم کی شمع فروزاں تر کرنے کے لیے آپ کا جوش و جذبہ دیدنی ہے۔

حضرت شیخ المشائخ، سیّد میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم کے شب و روز تبلیغ دین، رُشد و ہدایت اور خدمتِ خلق کے لیے وقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی محفل میں بیٹھنے والا ہر شخص انہی اوصاف کا حامل بن جاتا ہے اور اُس کی زندگی محبتِ رسول ﷺ، شریعتِ مطہرہ اور اخلاق و ایثار میں ڈھل جاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین

حمدِ باری تعالیٰ جل شانہٗ

حالات کی حبس نے دکھائے قضاء کے ہاتھ
بھیجی گلوں کی خوشبو خدا نے ہوا کے ہاتھ

مجھ کو نجات بخشی ہے عفوِ کریم نے
بڑھنے لگے تھے میری طرف بھی سزا کے ہاتھ

ساری سیاہی دل سے گناہوں کی ڈھل گئی
رو رو کے جب بھی مانگیں دعائیں اٹھا کے ہاتھ

جب چاہے، جس کو چاہے، نوازے، عطا کرے
ہر اختیار و قبضہ ہے میرے خدا کے ہاتھ

ہر لحظہ وہ کرے ہے عطاؤں کی بارشیں
بندہ ہی دور جاتا ہے، اُس سے چھڑا کے ہاتھ

فرضوں کے بعد قربِ نوافل کی منزلیں
بندے کے ہاتھ بنتے ہیں ربِ علیٰ کے ہاتھ

مشکل کڑی ہو کیسی ہی، تو ہی ہے آسرا
اٹھتے ہیں تیری سمت ہی مولا رضاؔ کے ہاتھ

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی ﷺ
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی ﷺ
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی ﷺ
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لیکر آیا ہمارا نبی ﷺ
جن کے تلوؤں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی ﷺ
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ
سارے اونچوں میں اونچا جسے سمجھئے
ہے اُس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ
غمزدوں کو رضؔا مژدہ دیجئے کہ ہے
بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
سرِ عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں
کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
کروں مدح اہلِ دوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

آستانہ پہ تیرے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو

اس کی قسمت پہ فدا تختِ شہی کی راحت
خاکِ طیبہ پہ جسے چین کی نیند آئی ہو

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے
ایسے یکتا کے لیے ایسی ہی یکتائی ہو

کبھی ایسا نہ ہوا اُن کے کرم کے صدقے
ہاتھ کے پھیلنے سے پہلے نہ بھیک آئی ہو

بند جب خوابِ اجل سے ہوں حسنؔ کی آنکھیں
اُن کی نظروں میں تیرا جلوۂ زیبائی ہو

نعتِ رسول مقبول ﷺ

جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

منظر ہو بیاں کیسے الفاظ نہیں ملتے
جس وقت محمد کا دربار نظر آئے

بس یاد رہا اتنا سینے سے لگی جالی
پھر یاد نہیں کیا کیا انوار نظر آئے

دکھ درد کے ماروں کو غم یاد نہیں رہتے
جب سامنے آنکھوں کے غمخوار نظر آئے

مکے کی فضاؤں میں طیبہ کی ہواؤں میں
ہم نے تو جدھر دیکھا سرکار نظر آئے

چھوڑ آیا ظہوریؔ میں دل و جان مدینے میں
اب جینا یہاں مجھ کو دشوار نظر آئے

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

جس کی دربار محمد ﷺ میں رسائی ہو گی
اس کی قسمت پہ فدا ساری خدائی ہو گی

سانس لیتا ہوں تو آتی ہے مہک طیبہ کی
یہ ہوا کوچہ ٔ سرکار سے آئی ہو گی

روز محشر نہ کوئی اور سہارا ہو گا
سب کے ہونٹوں پہ محمد ﷺ کی دہائی ہو گی

چاند قدموں پہ گرا اُن کا اشارہ جو ہوا
وہ بھی کیا وقت تھا جب انگلی اٹھائی ہو گی

دل تڑپ جائے گا اے زائر بطحا تیرا
تیری جس وقت مدینے سے جدائی ہو گی

تجھ سے پوچھا نہ نکیروں نے ظہوریؔ کچھ بھی
قبر میں نعت نبی ﷺ تو نے سنائی ہو گی

نعتِ رسول مقبول ﷺ

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

کسی کا احسان کیوں اٹھائیں، کسی کو حالات کیوں بتائیں
تمہی سے مانگیں گے تم ہی دو گے تمہارے در سے ہی لو لگی ہے

عمل کی میرے اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت بس ان کی نسبت میرا تو بس آسرا یہی ہے

عطا کیا مجھ کو دردِ الفت، کہاں تھی یہ پرُ خطا کی قسمت
میں اس کرم کے کہاں تھا قابل حضور کی بندہ پروَری ہے

تجلیوں کے کفیل تم ہو مرادِ قلبِ خلیل تم ہو
خدا کی روشن دلیل تم ہو، یہ سب تمہاری ہی روشنی ہے

بشیر کہیے، نذیر کہیے، انہیں سراج منیر کہیے
جو سر بسر ہے کلام ربی وہ میرے آقا کی زندگی ہے

یہی ہے خالؔد اساس رحمت یہی ہے خالؔد بنائے رحمت
نبی کا عرفان زندگی ہے، نبی کا عرفان بندگی ہے

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہم کو اپنی طلب سے سوا چاہیے
آپ جیسے ہیں ویسی عطا چاہیے

آپ کی رضا سے ہمیں کام ہے
آپ راضی رہیں اور کیا چاہیے

کیوں کہیں یہ عطا وہ عطا چاہیے
آپ کو علم ہے ہم کو کیا چاہیے

اُن کے قدموں میں گر کر نہ اٹھنا کبھی
بے سہارو اگر آسرا چاہیے

بھر کے جھولی میری میرے سرکار نے
مسکرا کر کہا اور کیا چاہیے

اپنے قدموں کا دھوون عطا کیجئے
ہم مریضوں کو آبِ شفاء چاہیے

اور کوئی بھی اپنی تمنا نہیں
ہم کو قدموں میں تھوڑی سی جاء چاہیے

دردِ جامی ملے نعت خالدؔ لکھے
اور اندازِ ''احمد رضا'' چاہیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آسان دین

ہر انسان کا کوئی نہ کوئی مذہب ہوتا ہے اس دنیا میں مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ موجود ہیں، کوئی ہندو ہے تو کوئی سکھ، اور کوئی بدھ مت کو ماننے والا ہے تو کوئی یہودی، کوئی عیسائی اور کوئی اسلام کا پیروکار، حتیٰ کہ جو خدا کے وجود کے منکر ہیں، اُن کا بھی ایک مذہب ہے اور جو کسی مذہب کے قائل نہیں وہ بھی ایک مذہب رکھتے ہیں لیکن اسلام کے علاوہ ہر مذہب چند رسوم اور مخصوص عقائد کا مجموعہ نظر آتا ہے اور اُس میں انسان کی سیاسی اور سماجی، گھریلو اور کاروباری، ریاستی اور معاشرتی بہتری کے لیے کوئی ہدایت موجود نہیں ہے اس لیے اُن مذاہب کے ماننے والے مجبور ہیں کہ مذہب کو اپنی روزمرہ زندگی سے علیحدہ رکھیں بلکہ دنیاوی زندگی کی بات تو ایک طرف، اُن میں دینی زندگی بھی کچھ آسان نہیں تھی۔ عبادت کے لیے صرف مخصوص جگہ تک پہنچنا ضروری تھا، بعض اوقات پاکی حاصل کرنے کے لیے آگ سے اپنے بدن کو جلانا پڑتا، کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے اوپر غیر معمولی سختی اور جبر کرنے کا رواج تھا۔ لیکن اسلام اپنے ماننے والوں کو زندگی گزارنے کا ایک مکمل نظام فراہم کرتا ہے، یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے کاموں، یعنی اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور سونے جاگنے وغیرہ کے طریقے بھی وضاحت سے بیان کرتا ہے، تاکہ زندگی کا ہر شعبہ خوشحال

ہو جائے۔ یہاں اب دین کو اپنی روزمرہ زندگی سے الگ رکھنے کی ضرورت باقی نہ رہی بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام دین ہو گیا اور عبادت قرار پایا، کاروباری معاملات طے کرنا، کھیتی باڑی کرنا، رزق حلال کمانے کے لیے مزدوری کرنا، اپنے رشتے داروں اور عزیز و اقارب سے حسن سلوک کرنا، یہاں تک کہ مویشیوں کو چارہ ڈالنا بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت بن گیا۔

میرے بھائی! ذرا غور فرمائیے! آپ محنت اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے کر رہے ہیں، آپ کی کوشش رزق حاصل کرنے کے لیے ہے لیکن اِس کے باوجود فرمایا جا رہا ہے:

الکاسب حبیب اللہ

ہاتھ سے کمانے والا اللہ عزوجل کا دوست ہے

اِس قدر عنایات اور اتنے بڑے انعامات کے بدلے میں صرف ایک شرط لگائی گئی کہ ہر کام کی ادائیگی میں سنت نبوی ﷺ کا خیال رکھا جائے اور اپنی مرضی یا خواہش کو چھوڑ دیا جائے۔

میرے بھائی! اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا میں انسان کو اپنی ساری مخلوق سے افضل بنایا، اچھائی اور برائی کا فرق سمجھنے کے لیے عقل عطا فرمائی، نفع اور نقصان، کامل اور ناقص، کھرا اور کھوٹا پرکھنے کی صلاحیت دی ہے یہاں ہر کوئی اپنا فائدہ سوچتا ہے اور کسی بھی طرح کے نقصان سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے لیکن بعض اوقات برائی ایسے خوبصورت اور خوشنما لباس میں سامنے آتی ہے کہ انسانی عقل دھوکہ کھا جاتی ہے اور نقصان کو نفع اور کھوٹے کو کھرا سمجھنے لگتی ہے۔ اِس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک چھوٹا بچہ جب سردی لگنے سے بیمار ہو جاتا ہے اور

بیماری کی حالت میں کوئی ٹھنڈی چیز کھانا چاہتا ہے تو اُس کے والدین جو اُس سے سچی محبت کرتے ہیں، اُسے ایسی چیزیں کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ بیماری کی حالت میں اُس کے لیے یہ چیزیں نقصان دہ ہیں حالانکہ اُسے وہ چیزیں اچھی لگ رہی ہیں، اسی طرح ہمیں اس دنیا میں کچھ چیزیں اچھی لگتی ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اِن میں ہمارا فائدہ ہے جب کہ حقیقت میں وہ ہمارے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں۔

ہمارا خالق و مالک، ہمیں اُن نقصان دہ چیزوں سے بچانا چاہتا ہے کیونکہ اللہ کریم جل شانہٗ کو ہمارے ساتھ ایسی محبت ہے جو والدین کی محبت سے بہت زیادہ بڑھ کر ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے، آپ فرماتے ہیں:

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی آئے، اِن قیدیوں میں ایک عورت گھبرائی گھبرائی پریشان پھر رہی تھی، (شاید اُس کا بچہ گم ہو گیا تھا) جب قیدیوں میں اُسے کوئی بچہ دکھائی دیتا تو وہ اُسے لپک کر اُٹھا لیتی اور چھاتی سے لگا کر اُسے دودھ پلانا شروع کر دیتی (اُس کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ کی قسم! وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتی۔ تب آپ نے فرمایا: جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنے بندوں پر اِس سے کہیں زیادہ مہربان ہے۔

میرے بھائی! اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کی رحمت اور شفقت لامحدود ہے، وہ رحمٰن و رحیم جو تمام مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے، کب ہمارا نقصان

چاہتا ہے، اِسی لیے اُس نے ہمیں ایک ایسا معیار بتایا ہے جو حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، کامل اور ناقص، نفع اور نقصان کو الگ الگ کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، یعنی اگر ہم اُس کے مطابق عمل کریں تو ہم نہ صرف اِس دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔ وہ اپنی کتابِ مقدس میں ارشاد فرما رہا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَه

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسانی چاہتے ہیں:

اللہ رب العالمین جو رحمٰن و رحیم ہے اور سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، اپنے بندوں کو تکالیف اور مصائب سے نکال کر آسانیوں اور راحتوں میں لاتا ہے، اِس کا ذکر اپنے کلام پاک میں یوں فرماتا ہے۔ **ترجمہ**: بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔ (سورۃ البقرۃ:۱۸۵)

پیغمبر آخر الزماں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سختی کی بجائے نرمی اور تنگی کی بجائے آسانی کو پسند فرمایا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا'' (مشکوٰۃ شریف مترجم،۲/۴۴۸)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

''پوری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سے وہ شخص

زیادہ پسند ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا ہے۔"

اللہ رب العالمین جل شانہٗ کی اس شانِ کریمی اور صفتِ رحیمی کا اظہار حضور نبی کریم ﷺ کی ذات کے واسطے اور ذریعے سے ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے خالقِ کائنات خود رب العالمین (تمام جہانوں کا پروردگار) ہے اور اپنے حبیب ﷺ کو رحمۃ اللعالمین (تمام جہانوں کے لیے رحمت) بنایا ہے۔ انسانی خیر خواہی اور مخلوقِ خدا کی بھلائی اور آسانی چاہنے کا جو جذبہ آپ ﷺ کے قلب انور میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ بے مثال ہے۔

میرے بھائیو! ذرا غور فرمائیں کہ اللہ رب العالمین نے نبی کریم ﷺ کو نبوت و رسالت کی عظیم روحانی قوت کے علاوہ بشری اور جسمانی طور پر جو بے پناہ طاقت عطا فرمائی تھی وہ چالیس جنتی مردوں کے برابر تھی اور ایک جنتی مرد کو دنیا کے سو مردوں جتنی طاقت حاصل ہوگی، لیکن اس قدر قوت کے باوجود آپ ہمیشہ آسانی کو ترجیح دیتے۔ امام بخاری اور دوسرے محدثین نے لکھا ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے اس میں سے آسان کام کو پسند فرمالیا جب تک کہ وہ گناہ نہ ہو اور اگر وہ آسان کام گناہ ہوتا تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔" (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول النبی یَسِّرُ وا ولا تُعَسِّرُ وا)

مشکل کاموں کو چھوڑ کر سہولت اور آسانی اختیار کرنے کی وجہ دراصل یہ ہے کہ آپ کو اپنی اُمت میں کمزروں کا بہت زیادہ خیال ہے۔ بعض اوقات وہ کام جو آپ کو پسند ہوتے صرف اس وجہ سے چھوڑ دیتے کہ کہیں ان کاموں کو امت پر فرض نہ کر دیا جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کام کو چھوڑ دیا کرتے تھے جب کہ آپ اس کام کے کرنے کو پسند بھی فرماتے تھے۔صرف اس اندیشہ کی وجہ سے کہ لوگ اس پر سختی سے عمل کرنا شروع کر دیں گے اور اس طرح وہ ان پر فرض کر دیا جائے گا۔(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب التحریض النبی علی قیام اللیل)

مسواک کو ہر نماز کے لیے واجب قرار نہ دیا

آپ کا دہن مبارک اتنا پاکیزہ تھا کہ لب ہائے مبارک کھولتے تو سانس کی خوشبو فضاؤں کو معطر کر دیتی۔خود سوچئے میرے بھائی! جن کا لعاب دہن کھاری کنویں میٹھے کر دیتا ہو، دکھتی آنکھیں تندرست کر دیتا ہو، ہانڈی میں ڈالنے سے شوربے اور بوٹیوں کے چشمے بہا دیتا ہو، سانپ سے ڈسی ہوئی ایڑی پر لگ جائے تو تریاق کا کام دیتا ہو، نکلی ہوئی آنکھ کے ڈیلے پر لگ جائے تو نہ صرف تندرست کرتا ہو بلکہ بینائی میں بھی اضافہ کر دیتا ہو، اُن کے منہ کی طہارت و پاکیزگی اور صفائی کا کیا عالم ہو گا۔اس قدر صفائی اور پاکیزگی کے باوجود آپ مسواک کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے۔سو کر اٹھتے تو مسواک کرتے، ہر وضو سے پہلے مسواک فرماتے یہاں تک کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا گیا: بِاَیِّ شَیْءٍ کَانَ یَبْدَأُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ بَیْتَہٗ قَالَتْ بِالسِّوَاکِ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ صحیح مسلم)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو پہلا کام کونسا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: مسواک۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جب بھی حضرت جبریل علیہ السلام آئے تو مجھے

مسواک کرنے کو کہا مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں (زیادہ مسواک کرنے سے) اپنے منہ کے اگلے حصہ کو چھیل نہ ڈالوں۔(مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے مسواک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جس نماز کے لیے مسواک کی جائے وہ اس نماز پر ستر گنا زیادہ ہے جس پر مسواک نہ کی جائے۔(بیہقی، شعب الایمان)

حضور ﷺ کو مسواک سے کتنی محبت تھی؟ اس کا اندازہ لگانے کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ روایت کافی ہے جسے امام بخاری نے کتاب المغازی میں نقل کیا ہے۔ام المومنین ارشاد فرماتی ہیں کہ (حضور ﷺ کے وصال کے وقت) عبدالرحمٰن بن ابی بکر میرے پاس آئے، اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اللہ ﷺ مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ عبدالرحمٰن کی طرف دیکھ رہے ہیں، میں نے سمجھ لیا کہ حضور مسواک کو پسند فرما رہے ہیں، میں نے عرض کیا: کیا آپ کے لیے مسواک لے لوں؟ آپ نے سر کے اشارے سے ہاں فرمایا تو میں نے (اُن) سے مسواک لے لی (اور آپ کو دے دی) لیکن وہ آپ سے نرم نہ ہوئی، میں نے عرض کیا: میں آپ کے لیے اِسے نرم کر دوں؟ حضور ﷺ نے سر کے اشارے سے ہاں فرمایا تو میں نے اس کو نرم کر دیا پھر حضور نے اسے اپنے مبارک منہ میں پھیرا۔آپ کے سامنے ایک بڑا پیالہ تھا جس میں پانی تھا آپ اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈالتے پھر چہرۂ اقدس پر ملتے ہوئے فرماتے، لاالہ الا اللہ بے شک موت کے لیے سختیاں ہیں پھر حضور نے

اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور فرمانے لگے ''رفیق اعلیٰ (کی بارگاہ) میں'' یہاں تک کہ آپ کی روح جسم انور سے نکال لی گئی اور آپ کا ہاتھ ڈھلک گیا۔

میرے بھائیو! بخاری شریف کی اس روایت پر غور کیجئے اور اندازہ لگائیے کہ مسواک حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو کتنی محبوب ہو گی! بیماری کی شدت ہے، وصال کا وقت قریب ہے اور مسواک طلب فرما رہے ہیں۔ ایسی محبوب چیز کو تو واقعی پوری امت کے لیے لازم قرار دینا چاہیئے لیکن نگاہ نبوت دیکھ رہی ہے کہ اگر اسے لازم کر دیا گیا تو امت کے بہت سارے لوگ اس پر پورا نہ اتر سکیں گے اسی لیے رؤف و رحیم شان والے آقا نے اپنے غلاموں کی سہولت دیکھتے ہوئے اسے لازم قرار نہ دیا۔

خود ارشاد فرماتے ہیں:

لَوْلَاأَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِی ، اولَوْ لَااَنْ اَشُقَّ عَلَی النَّاسِ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسَّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ۔

(صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب السواک یوم الجمعۃ)

ترجمہ :اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا (یا آپ نے فرمایا: اگر مجھے لوگوں کے مشقت میں پڑنے کا خدشہ نہ ہوتا) تو میں ضرور انہیں ہر نماز (یعنی وضو جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی وضاحت ہے) کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔

نماز تراویح کو تین دن سے زیادہ باجماعت ادا نہ فرمایا

رمضان المبارک میں نماز تراویح با جماعت ادا کرنا حضور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین راتوں تک مسلسل مسجد میں تشریف لا کر با جماعت نماز تراویح ادا فرمائی اور چوتھے روز تشریف نہ لائے تا کہ امت پر کہیں نماز تراویح فرض نہ کر دی جائے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ آدھی رات کو تشریف لے گئے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ صبح لوگوں نے آپس میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا اور (حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کے شوق میں) پہلی بار سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے دوسری رات رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی، پھر لوگوں نے صبح اس واقعہ کا ایک دوسرے سے تذکرہ کیا، تیسری رات مسجد میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور چوتھی رات کو (حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کے شوق میں) اس قدر کثرت سے صحابہ جمع ہوئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف نہ لائے۔ لوگوں نے ''نماز! نماز!'' پکارنا شروع کر دیا (لیکن) آپ تشریف نہ لائے۔ حتی کہ صبح کی نماز کے وقت تشریف لائے۔ جب صبح کی نماز ہو گئی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، کلمہء شہادت پڑھا اور اس کے بعد فرمایا: ''پچھلی رات تمہارا حال مجھ پر پوشیدہ نہ تھا لیکن مجھے یہ ڈر تھا کہ تم پر رات کی نماز (تراویح) فرض کر دی جائے گی

اورتم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ گئے۔‘‘

میرے بھائیو! غور کیجئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عبادت کا بے حد اشتیاق تھا اسی لیے تو چوتھی رات مسجد نبوی میں تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی، وہ تو چاہتے تھے کہ اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے زیادہ سے زیادہ نمازیں ادا کریں اور اسے وہ اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ اگر نمازِ تراویح فرض ہو جاتی تو وہ اسے بصد شوق قبول کرتے لیکن اس رحمتوں والے آقا کی نظرِ کرم تو ہم جیسوں کی طرف تھی، آپ جانتے تھے کہ بعد میں آنے والے میرے کمزور اور بیمار امتی اس فرض کو ادا نہیں کر پائیں گے اس لیے آپ نے صرف ہماری خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شوقِ عبادت کو نظر انداز کر دیا اور بعض اوقات تو ایسے مواقع پر سختی اور ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے آپ لکھتے ہیں:

’’حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے پتوں یا چٹائی کا حجرہ بنایا پھر آپ اس میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ ایک دن بہت سے صحابہ آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لانے میں دیر کر دی اور آپ تشریف نہیں لائے، صحابہ باآواز بلند باتیں کرنے لگے اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کی لذت حاصل کرنے اور شوقِ عبادت سے بے خود ہو کر) دروازے پر (متوجہ کرنے کے لیے) کنکریاں پھینکنا شروع کر دیں۔ (تب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراضگی اور غصے کی حالت میں تشریف لائے اور فرمایا:

ترجمہ: (اگر) تم ایسا ہی کرتے رہے تو میرا گمان ہے کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی، تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ فرائض کے بعد کسی شخص کی بہترین نماز وہ ہے جس کو وہ گھر میں ادا کرے۔

آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے اور نماز مختصر کر دیتے

نماز کو اسلامی عبادت میں بنیادی اہمیت حاصل ہے ۔اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں سینکڑوں مقامات پر نماز قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو دین کا ستون مومن کی معراج، ایمان کی علامت، جان کی راحت اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔ آپ فرائض کے علاوہ اتنی کثرت سے نماز ادا فرماتے کہ زیادہ دیر کھڑے رہنے سے آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے۔ جب آپ سے عرض کیا جاتا کہ اللہ کریم نے آپ کو گناہ وخطا سے پاک کیا ہے تو پھر اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ فرمایا: ''کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' (صحیح بخاری)

محدثین نے لکھا ہے کہ آپ سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاتے اور نماز ادا فرماتے ۔(صحیح بخاری) کفار کے طعنوں اور مسلسل ظلم وستم سے جب آپ کی طبیعت غمزدہ اور پر ملال ہوتی تو نماز ادا فرماتے۔

میرے بھائیو! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک نماز کی جو اہمیت تھی اور آپ کو نماز سے جو محبت اور قلبی وابستگی تھی وہ آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ اب اندازہ لگایئے کہ آپ کو انسانوں اور اپنے غلاموں سے کتنی محبت ہے اور آپ ان کی سہولت کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔ ذرا تصور کیجئے، رحمتِ عالم

ﷺ جب بنفس نفیس امامت کے مصلے پر کھڑے ہو کر جماعت کرواتے ہوں گے اور صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم اخلاص کے پیکر بن کر پیچھے کھڑے ہوتے ہوں گے، اس وقت کیسا منظر ہوگا؟ جب رسالت کی زبان سے تلاوت ہوتی ہوگی تو کائنات کی گردش تھم جاتی ہوگی؟ ہوائیں اور فضائیں بھی ساکت ہو جاتی ہوں گی، سننے والے سب کچھ بھول کر تلاوت میں گم ہو جاتے ہوں گے، گھر بار کا ہوش کسے رہتا ہوگا؟ یہاں تو اپنا آپ یاد نہیں رہتا۔ اس وقت بچوں کا خیال کسے آتا ہوگا؟ یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی شفقتوں اور مہربانیوں کا اندازہ کون کرے کہ عین نماز کی حالت میں مخلوق خدا کی آسانی اور سہولت کی آپ کو کتنی فکر ہوتی! نماز کے دوران اگر کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو نماز کو جلدی ختم کر دیتے، اس وجہ سے کہ بچے کا رونا کہیں اس کی ماں کو بے چین نہ کر دے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

میں نماز پڑھانا شروع کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ اسے لمبا کر دوں، پھر کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو اس خیال سے نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی وجہ سے سخت تکلیف ہو رہی ہوگی۔

(صحیح مسلم)

امام کو مختصر نماز پڑھانے کا حکم دیا گیا

نماز با جماعت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”با جماعت نماز ادا کرنا، اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ افضل ہے“۔ (صحیح البخاری)

وہ حدیث شریف جسے امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے روایت کیا ہے نماز باجماعت کی اہمیت کو خوب ظاہر کرتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! مدینہ میں سانپ، بچھو وغیرہ بھی ہیں اور میں نابینا ہوں۔ کیا میرے لیے جماعت چھوڑنے کی رخصت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کی آواز سنتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''تو پھر تمہیں مسجد میں آکر جماعت میں ہی شامل ہونا چاہیئے''۔

یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ باجماعت نماز کس قدر اہمیت رکھتی ہے اور یہ تاکید اِس بات کا اظہار ہے کہ نماز باجماعت کے روحانی وجسمانی ،ظاہری و باطنی اور دینی و دنیاوی بے شمار فائدے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف و رحیم ہو کر کب چاہیں گے کہ اُن کے غلام بے شمار فوائد سے محروم رہ جائیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی سختی کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ بہر حال اس قدر تاکید کے باوجود آپ نے ہم جیسوں کی سہولت کا پورا خیال رکھا ہے اور نماز پڑھانے والے آئمہ کرام کو خاص تاکید فرمائی ہے کہ بہت زیادہ لمبی لمبی نمازیں نہ پڑھائیں کیونکہ ہوسکتا ہے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں کوئی بیمار، کمزور یا کوئی ضروری کام والا ہو اور اسے لمبی نماز پڑھنے میں مشکل ہو جائے۔ امام مسلم نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھائے تو مختصر نماز پڑھائے کیونکہ پیچھے نماز پڑھنے والوں میں بچے ،بوڑھے، کمزور اور بیمار (ہر طرح کے) لوگ ہوتے ہیں (لیکن) جب تنہا نماز

پڑھے تو جتنی (لمبی) نماز چاہے پڑھے۔(صحیح مسلم)

محنت کشوں اور حاجت مندوں پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے اور آسانی چاہتے ہوئے بعض اوقات آپ نے لمبی نمازیں پڑھانے والے اماموں پر سختی بھی فرمائی۔اس حوالے سے یہاں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ایمان کی تازگی کا باعث ہو گا جسے محدثین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے اور پھر ہمارے پاس آتے اور ہمیں نماز پڑھاتے۔ایک بار حضور نے عشاء کی نماز میں تاخیر فرمائی۔حضرت معاذ نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی اور پھر اپنے قبیلے میں آئے اور انہیں نماز پڑھانے لگے۔آپ نے جب سورۃ البقرہ شروع کی تو ایک شخص نے (سارا دن کی تھکان، اتنی رات گئے لمبی سورت شروع کرنے پر بہت زیادہ بوجھ محسوس کرتے ہوئے) نماز کی نیت توڑی اور الگ ہو کر اکیلے نماز پڑھ لی۔(لوگوں نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا) کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اُس نے کہا: میں منافق نہیں ہوا ہوں۔میں اس معاملے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! معاذ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں پھر واپس آ کر ہمیں نماز پڑھاتے ہیں۔یارسول اللہ! ہم اونٹوں سے کھیتی باڑی کرنے والے اور محنت مشقت کرنے والے لوگ ہیں، یہ معاذ آتے ہیں اور نماز میں سورۃ بقرہ جیسی لمبی لمبی سورتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔آپ نے (سختی سے سمجھاتے ہوئے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے) تین مرتبہ فرمایا، اے معاذ! کیا تم دین میں

فتنہ کھڑا کرنا چاہتے ہو۔ جب لوگوں کو نماز پڑھایا کرو تو چھوٹی سورتیں پڑھا کرو کیونکہ تمہارے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں بوڑھے کمزور اور ضروری کام والے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری)

حضور خانہ کعبہ میں داخل ہو کر غمگین ہو گئے

میرے بھائی! دنیا میں آج تک ایسا کوئی قانون بنانے والا نہیں گزرا جسے لوگوں کے آرام کا اتنا خیال ہو جتنا اللہ کے اس آخری اور محبوب رسول ﷺ کو ہے۔ ان کا بنایا ہوا قانون دو چار سال کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے ہے، جو ہر زمانے کے تقاضوں پر پورا اتر رہا ہے اور جس کی اہمیت اور افادیت صدیاں گزرنے کے بعد بھی کم نہیں ہوئی، حق تو یہ ہے کہ ایسا سو فیصد درست قانون وہی ہستی بنا سکتی ہے جس کا تعلق براہ راست اس کائنات کے پیدا کرنے والے سے ہو اور جو معمولی سے معمولی حکم کو ہر زاویے سے اس طرح مکمل کر دے کہ اگر زمانے اور علاقے کے بدلنے سے لوگوں کے مزاج اور ماحول تبدیل ہو جائیں تو پھر بھی اس کے حکم میں تبدیلی کی بالکل ضرورت نہ پڑے، یقیناً وہ ہستی رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اس لیے کہ آپ سینکڑوں سال بعد آنے والی مشکل کو دیکھتے ہیں اور اس مشکل کو حل فرمانے کے لیے پہلے سے ہی وضاحت کر دیتے ہیں۔ ذرا توجہ فرمائیے!

رسول اللہ ﷺ نے سات ہجری میں عمرہ فرمایا، اس وقت کفر کا غلبہ تھا اور خانہ کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا اس لیے آپ خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوئے، اس کا ذکر صحیح بخاری، کتاب الحج میں موجود ہے، امام بخاری نے جو باب باندھا ہے اس کا عنوان ہے:

”من لم يدخل الكعبة وكان بن عمر يحج كثير اولا يدخل“

یعنی ”جو کعبہ میں داخل نہ ہوا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کثرت سے حج فرماتے اور (اکثر) خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوا کرتے“

اس عنوان کے تحت آپ نے ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ فرمایا، خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے؟ آپ نے جواب دیا نہیں۔

سات ہجری میں (حج کے دوران) آپ خانہ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے لیکن آپ چاہتے تھے کہ خانہ کعبہ جو عبادتِ الٰہی کا سب سے پہلا مرکز ہے اس کے اندر داخل ہوں۔ دس ہجری میں آپ نے حجۃ الوداع فرمایا تو خانہ کعبہ بتوں کی نجاست سے مکمل طور پر پاک ہو چکا تھا اس لیے آپ اس میں تشریف لے گئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے تشریف لے گئے تو بہت خوش اور مسرور تھے پھر جب واپس آئے تو پریشان تھے میں نے (پریشانی کا سبب) پوچھا تو فرمایا میں خانہ کعبہ میں داخل ہوا اور میں نے دل میں سوچا کہ نہ داخل ہوتا تو اچھا تھا (کیونکہ) مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد میری امت مشقت میں نہ پڑ جائے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی دخول الکعبۃ)

میرے بھائیو! خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کے گھر میں داخل ہونا ایک مستحب اور نیک کام ہے لیکن یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ کوئی بھی کام اس وقت نیکی بنتا ہے جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت حاصل ہوتی ہے، آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ میں داخل ہونا پوری امت کے لیے نیکی اور ثواب کا کام بن گیا۔

پھر آپ کو امت کی کثرت کا خیال آیا ...... اتنے زیادہ لوگ کیسے خانہ کعبہ میں داخل ہوسکیں گے! ...... جب کہ امت کو آپ کی پیروی کا حکم بھی دیا گیا ہے! ...... کہیں ایسا نہ ہو کہ خانہ کعبہ میں داخل ہونا ارکانِ حج یا واجباتِ حج میں شامل کر دیا جائے ...... کہیں ایسا نہ ہو کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے! یہ باتیں سوچ کر آپ پریشان ہو گئے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے سوچا اگر خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوتا تو اچھا تھا، ایسے کریم اور مہربان نبی پر بے شمار درود وسلام ہوں، جنہیں اپنی امت کی سہولت کا اتنا خیال ہے۔

روزے کا دورانیہ سابقہ امتوں کے روزوں سے کم کر دیا گیا

میرے بھائی! اسلام کے دین فطرت ہونے پر جتنا غور کیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمتِ آخر پر شفقت کے انداز ظاہر وعیاں ہوتے چلے جاتے ہیں، روزے کا دورانیہ گذشتہ اُمتوں میں زیادہ تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس وجہ سے کم کر دیا کہ اُمت پر بھاری نہ ہو بلکہ اِس اَمر کی اِن الفاظ میں با قاعدہ تاکید فرمائی کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کا فرق سحری کھانا ہے۔ (بروایت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بحوالہ مسلم شریف)

اس امت کے لیے تمام روئے زمین مسجد بنادی گئی

میرے بھائیو! سابقہ اُمتوں میں عبادت کے لیے مخصوص جگہیں مقرر کی گئی تھیں، وہاں پہنچنا ضروری تھا اور بعض روایات کے مطابق وہ لوگ لکڑی کے تختے ساتھ اُٹھائے پھرتے کہ اُس پر عبادت کی جائے گی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کے لیے پوری زمین مسجد بنادی گئی، بخاری، مسلم و دیگر کتب احادیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وَّ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طُهُوْرًا فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِىْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ یعنی میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی ہے، میری اُمت میں سے جس پر نماز کا وقت آجائے، وہ نماز پڑھ لے۔

اس امت کے لیے مالِ غنیمت حلال کردیا گیا

میرے بھائی! اِسی طرح سابقہ اُمتوں میں مالِ غنیمت حلال نہ تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل نے حلال کردیا، اِسی لیے بخاری، مسلم و دیگر کتب احادیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَآئِمُ وَ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ یعنی میرے لیے غنائم حلال کردی گئی اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئی۔

آپ نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمادیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ قدسی صفات لوگ ہیں جن کے باطن آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں نفسانی خواہشات سے بالکل پاک ہو چکے تھے اور جن کے ظاہر آپ کی اتباع اور پیروی کے نور سے روشن ہو چکے تھے۔ انہیں آپ کی ہر ہر سنت پر عمل کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ آپ کی اتباع میں انہیں جو کیف وسرور حاصل ہوتا، اور جو ناقابل بیاں لذت ملتی، اسے حاصل کرنے کے لیے وہ دنیاوی آرام وسکون قربان کرنے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال کے روزے رکھا کرتے تھے (یعنی وہ روزے جن میں افطار نہیں ہوتا تھا اور بغیر کھائے پیئے، پے در پے روزے رکھنا ہوتے تھے)، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جب آپ کی اِس ادا کو دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے محبوب آقا کی اداؤں کو اپنانے کے شوق میں وصال کے روزے رکھنا شروع کر دیئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ کی طبیعتوں میں کمزوری دیکھی تو) مہربانی فرماتے ہوئے انہیں وصال کے روزے رکھنے سے منع کر دیا انہوں نے (ادب سے) عرض کیا:

اِنَّکَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّی لَسْتُ کَهَیْئَتِکُمْ اِنِّی یُطْعِمُنِی رَبِّی وَ یَسْقِیْنِی (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال و من قال لیس فی اللیل صیام)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھا کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں (یعنی مجھے اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ کچھ کام ایسے ہیں جو صرف میرے لیے خاص ہیں)، میرا حال تو یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (بعض روایات میں ہے کہ میں رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)

نفس کا تم پر حق ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بہت عابد و زاہد صحابی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو آپ کا بھائی بنا دیا، ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ملاقات کے لیے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جب ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ ان کی والدہ کام کر رہی ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی والدہ سے کہا کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے، آپ خود کام کر رہی ہیں۔ آپ کی والدہ نے جواب دیا: ''تمہارے بھائی ابوالدرداء کو تو دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہے'' پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے حضرت سلمان کے لیے کھانا بنایا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کھائیے میں تو روزے سے ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ نہیں کھائیں گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ (اس پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو اپنا نفلی روزہ توڑنا پڑا) اور انہوں نے (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ) کھانا کھایا۔ پھر رات ہوئی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھنے لگے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابھی سو جائیے، وہ سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر اٹھنے لگے تو پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابھی سو جائیے (وہ دوبارہ لیٹ گئے) جب رات کا آخری پہر آیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب اٹھیے، وہ اٹھے اور دونوں نے نماز ادا کی پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھاتے ہوئے فرمایا:

''بے شک تمہارے رب کا تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا (بھی) تم پر حق ہے اور تمہارے گھر والوں کا (بھی) تم پر حق ہے، تو آپ ہر حق دار کو اس کا

حق ادا کریں، (پھر) وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے (سن کر) فرمایا سلمان نے سچ کہا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب صنع الطعام والتکلف للضیف)

ترمذی شریف میں ہے حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند آدمی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں آنحضرت ﷺ کے حالاتِ مبارکہ بتائیے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں کیا بتاؤں! میں حضور ﷺ کا پڑوسی تھا اور جب آپ پر وحی نازل ہوتی، مجھے بلا لیتے اور میں لکھ لیتا، جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اُس کا ذکر کرتے، جب ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم کھانے پینے کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ ان باتوں میں شریک ہو جاتے۔

صوفیاءِ عظام کا اُسوۂ حسنہ پر عمل

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ صوفیاءِ عظام نے ترکِ دنیا کا درس دیا ہے اور کچھ لوگ تو اولیاء اللہ کے مجاہدات کو رہبانیت کا نام دے کر اللہ والوں کے سیرت و کردار کو غلط رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہی وہ پاک ہستیاں ہیں جنہوں نے کفر کی تاریکیوں کو دور کر کے بے شمار سینوں کو اسلام کے نور سے منور کیا ہے۔ ظاہر ہے اسلام کا مبلغ، ایک مبلغ ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے بال برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتا پھر یہ اتنے عظیم لوگ جنہوں نے لاکھوں کو مسلمان کیا ہے کس طرح ہو سکتا ہے کہ رہبانیت کی تعلیم دیں جو اسلام کی نہیں عیسائیت اور ہندومت کی تعلیم ہے،

حوالے کے طور پر صوفیاء کے سلاسل طریقت میں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ذکر کیا جاتا ہے کہ نقشبندیہ ایک ایسا سلسلہ طریقت ہے جس کے بزرگ باطن کی صفائی کے لیے ہر کام میں میانہ روی اور سنت کی پیروی پر زور دیتے ہیں اور سخت ریاضتوں، مجاہدوں، چلوں اور شدید بھوک برداشت کرنے سے منع کرتے ہیں۔

مکتوبات مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

''حضرت والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں لکھا ہوا تھا کہ کھانے پینے کی اشیاء میں میانہ روی کو اختیار کرنا مطلوب (یعنی ذات باری تعالیٰ) تک پہنچنے کے لیے کافی ہے۔ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) بلا شبہ کھانے پینے اور کپڑوں بلکہ تمام کاموں میں اعتدال اور میانہ روی پر قائم رہنا بہت ہی اچھا ہے

نہ چنداں بخور کز دہانت برآید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

ترجمہ: نہ اتنا زیادہ کھا کہ منہ سے باہر آنے لگے اور نہ اتنا کم کہ کمزوری سے جان ہی نکل جائے۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس مردوں کی قوت عطا فرمائی تھی اور آپ اس قوت کی وجہ سے سخت بھوک کر برداشت کر لیتے تھے، صحابہ کرام بھی آپ کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھا لیتے تھے اور ان کے اعمال وافعال میں کسی قسم کی سستی اور خلل واقع نہیں ہوتا تھا اس طرح کی شدید بھوک کے باوجود دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے کی ایسی قدرت رکھتے تھے کہ آج پیٹ بھر کر کھانے والے اس کے دسویں حصے کو نہیں پہنچ

سکتے، اس لیے یہ بات تھی کہ صبر کرنے والے بیس صحابہ دوسو پر غالب تھے۔ غیر صحابہ میں سے بھوک کی مشقت اٹھانے والے ہوسکتا ہے کہ سنتیں اور مستحبات ادا کرنے سے بھی عاجز رہیں بلکہ بعض اوقات یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مشکل سے فرض ہی ادا کر پائیں اس لیے طاقت کے بغیر اس معاملے میں صحابہ کرام کی تقلید کرنا گویا سنتوں اور فرضوں کی ادائیگی سے اپنے آپ کو عاجز کرنا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقلید میں صومِ وصال اختیار فرمایا اور کمزوری کی وجہ سے بے اختیار زمین پر گر پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے میری مثل کون ہوسکتا ہے، میں رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں وہاں کھاتا اور پیتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طاقت کے بغیر تقلید کرنا اچھا قرار نہ دیا۔

(مکتوب امام ربانی نمبر 313 دفتر اول حصہ پنجم)

اِس کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب جناب خان خاناں کی طرف بھیجا، جو کچھ اِس طرح ہے:

یہ اللہ جل شانہٗ کی کمال مہربانی ہے کہ تمام شرعی احکام اور دینی امور میں نہایت ہی آسانی اور سہولت کو مدنظر رکھا گیا ہے مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں صرف سترہ رکعت (فرض) نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے ادا کرنے میں کل ایک گھنٹہ بھی صرف نہیں ہوتا، علاوہ ازیں نماز میں قرات جس قدر میسر آسکے، اسی پر کفایت کی اجازت دی گئی ہے اور اگر قیام مشکل ہو تو بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت ہے اور اگر بیٹھ کر ادا کرنا مشکل ہو تو لیٹ کر ادا کرنے کی اجازت ہے اور جب رکوع و سجود مشکل ہوں تو اشارے سے ادا کرنے کا حکم ہے اور وضو میں

اگر پانی استعمال کرنے پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کو اس کی جگہ مقرر کیا ہے اور زکوٰۃ میں چالیس حصوں میں سے صرف ایک حصہ فقراء و مساکین کے لیے مقرر فرمایا گیا ہے اور اُسے بھی بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے مویشیوں پر منحصر کیا ہے اور تمام عمر میں صرف ایک حج فرض ہے اور اس کے لیے بھی راستے کے خرچ، سواری اور راستے میں خطرہ نہ ہونے کے ساتھ مشروط فرمایا ہے اور دائرہ مباح کو وسیع اور کشادہ کر دیا ہے، چار آزاد عورتیں نکاح کے ساتھ اور زرخرید لونڈیاں جس قدر چاہیں مباح فرمائی ہیں اور طلاق کو نکاح کی تبدیلی کا ذریعہ بنایا گیا ہے اور کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں زیادہ مباح اور کم حرام کی ہیں وہ بھی بندوں کی بہتری اور ان کے فائدے کی خاطر، مثلاً ایک بدمزہ اور نقصان سے لبریز شراب کو حرام کیا اور اس کے عوض بے شمار فائدے منداور خوش ذائقہ اور خوشبودار شربتوں کو جائز اور مباح فرمایا ہے عرق لونگ اور عرق دارچینی میں ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے باوجود اس قدر فائدے اور منافع ہیں جو بیان میں نہیں آ سکتے۔ کڑوی، بدمزہ، بدبو، بدخو اور ہوش وحواس کھونے والی اور پُرخطر (شراب) کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے اس کے علاوہ ان دونوں میں حلال وحرام کے اعتبار سے جو فرق ہے وہ الگ ہے اور وہ فرق وتمیز جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی وجہ سے ہے الگ ہے یوں ہی اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے جبکہ کئی طرح کے قیمتی اور دیدہ زیب کپڑے ان کے عوض حلال کر دیئے ہیں پھر ریشمی لباس بھی صرف مردوں کے لیے حرام ہے عورتوں کے لیے حلال اور جائز ہے اور اس کے منافع بھی مردوں کو ہی پہنچتے ہیں اور یہی سونے چاندی کا حال ہے کہ ان سے عورتوں کے

زیورات درحقیقت مردوں ہی کے لیے تیار ہوتے ہیں، اگر کوئی بے انصاف اس آسانی اور سہولت کے باوجود (اسلام پر چلنا) مشکل اور دشوار جانے تو مرض قلبی میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے بہت سے کام ایسے ہیں جن کا کرنا تندرست لوگوں کے لیے آسان ہوتا ہے لیکن کمزور لوگوں کے لیے ان کی انجام دہی نہایت ہی مشکل ہوتی ہے اور مرض قلبی سے مراد آسمان سے نازل شدہ خدا تعالیٰ کے احکام پر دلی یقین کا نہ ہونا ہے ایسے لوگوں کو اس وقت جو تصدیق حاصل ہے وہ صرف صورت تصدیق ہے نہ کہ حقیقت تصدیق، حقیقت تصدیق کے حصول کی علامت احکام الٰہیہ کی بجا آوری میں آسانی کا پایا جانا ہے ورنہ بے فائدہ رنج اٹھانے کی بات ہے۔ (مکتوب شریف نمبر 191، مکتوباتِ امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

ماضی قریب کے عظیم صوفی بزرگ اور سلسلہ نقشبندیہ کے پیشوا، حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری، حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ جو شرق پور شریف جیسے بے مثل نقشبندی مجددی روحانی سمندر سے فیضیاب ہوئے اور پہلے فیروز پور (انڈیا) میں اور پھر پاکستان بننے کے بعد حضرت کرماں والا شریف (اوکاڑہ) میں مخلوقِ خدا کی راہنمائی کے لیے خانقاہ کی بنیاد رکھی، بے شمار لوگ آپ کی خدمت میں دعا کروانے، دین سیکھنے اور روحانی تربیت حاصل کرنے کے لیے آتے، جو بھی آتا اُسے لنگر (یعنی کھانا) کھائے بغیر واپس جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ جو درویش (یعنی زیرِ تربیت لوگ) آپ کے پاس مستقل رہائش پذیر ہو کر تربیت حاصل کرتے، اُن کی جسمانی صحت عام لوگوں سے بہتر ہوتی تھی اور علاقے کے لوگ ان کی اچھی صحت اور شکل وصورت

سنت کے مطابق ہونے کی وجہ سے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیتے کہ یہ حضرت کرماں والا شریف کے درویش ہیں،اس کی وجہ یہ تھی کہ اپ اُن درویشوں کو فاقہ کشی کی بجائے کھانے پینے کی ہدایت فرماتے اور اس کے بعد خوب کام کرنے کا فرماتے۔ آپ کا جاری کیا ہوا نقشبندی طریقہ آج بھی اسی طرح قائم ہے بلکہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اِس وقت حضرت کرماں والا شریف میں اُن کے پوتے،مرشد العصر، شیخ المشائخ، بابا جی سید میر طیب علی شاہ بخاری انتہائی اخلاص اور جانفشانی کے ساتھ شریعت کی بالا دستی اور تبلیغ و تربیت کے اِس سلسلے کی ترقی کے لیے کوشش فرما رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ اخلاق حسنہ

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں اچھے اخلاق بے حد نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اِسی لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کو اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا، جیسا کہ سورۃ القلم آیت ۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ○

بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں

☆

مومنین کی ماں ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے خُلقِ مصطفوی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مختصر مگر جامع جواب دیا کہ: ’’حضور کا خُلق قرآن ہے‘‘ یعنی اخلاق کے جن ضوابط کو کلامِ باری تعالیٰ نے اپنانے کا حکم دیا ہے وہ حضور میں کمالِ درجہ موجود ہیں اور جن فضول اور بُری باتوں سے قرآن نے بچنے کا حکم دیا ہے، حضور اُن سے پوری طرح محفوظ ہیں۔

☆

کیمیائے سعادت میں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اچھے اخلاق یہ ہیں کہ آدمی شرم وحیاء کا حامل، کم بولنے والا، صداقت کا پیکر، تقویٰ میں کوشش کرنے والا، عبادت گزار، فضول باتوں اور کاموں سے باز رہنے والا،

سب کا خیر خواہ، سب کے حق میں نیک کردار، صاحبِ وقار، شفیق ومہربان، دھیمے پن کا عادی، صبر وقناعت والا، شاکر و بُردبار، نرم دل، گالی اور لعنت سے بچنے والا، غیبت اور فحش گوئی سے باز رہنے والا، حسد اور کینہ سے بچنے والا، کشادہ دل اور میٹھی زبان والا ہو اور اُس کی دوستی ودشمنی صرف اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کی خاطر ہو۔

☆

میرے اسلامی بھائی! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت صرف اپنوں تک محدود نہ تھی بلکہ بیگانوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی اخلاق کا ایسا برتاؤ کیا جاتا کہ اُن کے دل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیغامِ اسلام کی طرف خود بخود مائل ہو جاتے۔ حضور کے راستے میں کانٹے بکھیرے جاتے، لیکن آپ مصیبت زدوں کی امداد فرماتے، کفار آپ کے ساتھ بدزبانی کرتے مگر آپ اُن کے لیے دعائیں فرماتے، جس نے ظلم کیا اُس کو معاف کر دیا اور جس نے جہالت کا برتاؤ کیا، آپ نے محبت وشفقت سے جواب دیا، جس نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا، آپ نے اس پر بھی احسان کیا، ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے، کبھی کسی کی برائی نہیں کی اور نہ کسی کا عیب ظاہر کیا، زندگی بھر کسی سے بدلہ نہیں لیا اور نہ کسی سے انتقام لیا، بلکہ کسی کو مارنا تو کُجا، مارنے کے لیے ہاتھ تک نہ اٹھایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائیں سب کی سب تقسیم فرما دیں، پاس کچھ نہ رکھا۔ ہر ایک کی دلداری فرمائی، ہر ایک کی دلجوئی فرمائی۔ کسی کا دل نہ دکھایا، ہمیشہ صبر وتحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا، ناگوار بات کو زبان سے ظاہر نہ فرمایا، لوگوں کی عیب پوشی فرمائی اور اُمت پر نرمی فرمائی، ہمیشہ آسانی اور سہولت

کی تلقین فرمائی، صحابہ کو دیکھ کر مسکراتے اور غلاموں پر شفقت فرماتے۔

میرے بھائیو! ہمارے نبی ﷺ کی تعلیمات ہمیں پیغام دے رہی ہیں کہ اگر کوئی تمہیں گالی دے، تم اُسے دعا دو۔ اگر کوئی تمہیں تکلیف پہنچائے، تم اُسے معاف کر دو۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ زیادتی کرے، تم اُس کے ساتھ محبت کرو۔ یاد رکھو! محبت و شفقت کا یہ انداز ایسا باکمال ہے کہ سخت سے سخت دل بھی نرم اور بڑے سے بڑا دشمن بھی دوست بن سکتا ہے۔

☆

مکۃ المکرّمہ کی ایک بوڑھی عورت ہر روز اپنے گھر کی چھت پر بیٹھ کر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا انتظار کیا کرتی، جب نبی مکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اُس کے گھر کے قریب سے گزرنے لگتے تو وہ عورت اکٹھا کیا ہوا کوڑا کرکٹ آپ پر پھینک دیا کرتی لیکن اُن کے ماتھے پر کبھی شکن نہ آتی، ایک دن حضور اُس کے گھر کے قریب سے گزرنے لگے تو وہ عورت نظر نہ آئی، آپ متفکر ہوئے اور اُس کے دروازے پر دستک دی، اندر سے ایک بیمار آواز آئی: کون ہے؟ آپ نے فرمایا: محمد (ﷺ)! کہا: اندر آ جایئے۔ آپ اندر تشریف لے گئے، ہر روز کوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے پھینکنے والی بوڑھی عورت سخت بیمار تھی، آپ نے اُسے تسلی دی، دوا کا انتظام کیا اور گھر میں صفائی کرنے کے بعد پانی بھر دیا۔ اِسی طرح اگلے روز پھر تشریف لے گئے اور اُس کی دیکھ بھال کی۔ جس عورت کے قریبی رشتہ دار اُسے چھوڑ چکے تھے، اُسے ہمارے نبی ﷺ نے سہارا دیا چنانچہ اُسے یقین ہو گیا کہ جو اپنوں سے زیادہ غم خوار اور مہربان ہے، اُس کی دعوت بھی فائدہ مند ہو گی، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئی۔

ترمذی شریف میں ہے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ شریر آدمی کی طرف بھی توجہ فرماتے اور اُس سے باتیں کرتے تاکہ اِس (طریقے) سے اُس کا دل (نیکیوں کی طرف) نرم ہو جائے اور آپ میری طرف بھی توجہ فرماتے اور باتیں کرتے یہاں تک کہ میں اپنے آپ کو سب سے اچھا خیال کرتا۔ حضور کا حُسن سلوک ہر ایک کے ساتھ برابر تھا، اِس لیے ہر آدمی یہی سمجھتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہوں۔

ترمذی شریف میں روایت ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس (کے کپڑوں) پر زعفران کا (کچھ) رنگ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو (بھی) منہ پر ایسی بات نہیں فرماتے تھے جو اُسے ناپسند ہو (اِس لیے) جب وہ چلا گیا تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم اسے اِس زردی کے چھوڑنے کا کہتے۔

میرے دینی بھائیو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی میں کوئی خامی یا نقص پایا جائے تو اُسے علیحدگی میں نصیحت کی جائے تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو اور اپنی غلطی بھی درست کرلے۔

ترمذی شریف میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد سے ہم نشینوں کے ساتھ حضور کی سیرت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ کشادہ رو اور نرم مزاج رہتے تھے، آپ نہ بدخو تھے، نہ سخت دل، نہ چلانے والے، نہ

بد گو، نہ عیب جو اور نہ ہی تنگی کرنے والے، آپ جس چیز کی خواہش نہ رکھتے، اُس سے خود تو چشم پوشی فرماتے لیکن دوسروں کو مایوس نہ کرتے اور خود اُس کی دعوت قبول نہ فرماتے، آپ نے اپنے آپ کو تین چیزوں جھگڑے، تکبر اور بے مقصد باتوں سے دور رکھا ہوا تھا اور تین چیزوں کو لوگوں سے بچائے رکھتے، (یعنی) نہ تو کسی کی برائی کرتے نہ کسی کو عیب لگاتے اور نہ (ہی) کسی کا عیب تلاش کرتے۔

آپ صرف وہی کلام فرماتے جس میں ثواب کی اُمید رکھتے، جب آپ گفتگو فرماتے، آپ کے ہم نشین سر جھکا لیتے گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے (بیٹھے) ہوں اور جب آپ خاموش ہو جاتے تب وہ گفتگو کرتے، صحابہ آپ کے سامنے کسی بات پر جھگڑا نہ کرتے اور جب کوئی ایک شخص آپ کے سامنے بات کرتا تو باقی لوگ خاموش رہتے جب تک کہ وہ فارغ نہ ہو جاتا۔ جس بات پر صحابہ ہنستے، آپ بھی مسکراتے اور جس بات پر صحابہ تعجب کرتے، آپ بھی تعجب فرماتے، کسی اجنبی آدمی کی بدتمیزی اور بے باکی کو برداشت فرماتے، آپ فرمایا کرتے، جب کسی حاجت مند کو طلبِ حاجت میں دیکھو تو اُسے دے دیا کرو، آپ کسی کی گفتگو کو نہ کاٹتے البتہ اگر وہ حد سے بڑھ جاتا تو اُٹھ کر چلے جاتے۔

ایک دن رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلام زید کے ساتھ مکہ معظّمہ سے تھوڑی دور طائف کی وادی میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے وادی کے عام لوگوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن اُنہوں نے انکار کر دیا، حضور نے وادی کے معزز لوگوں کو دعوت دی تو انہوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ وادی کے آوارہ لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے آپ پر پتھروں کی بارش کر دی، یہاں تک کہ حضور کی مبارک جوتیاں مقدس لہو سے بھر گئیں، شدید زخمی حالت

میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ حکم دیں تو میں پہاڑ اِن کے اوپر گرا کر انہیں تباہ و برباد کر دیتا ہوں لیکن حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے، اِن کی اولاد سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں گے۔

وہ پتھر مارنے والوں کو دیتے ہیں دعا اکثر
لاؤ کوئی مثال ایسی ، شرافت ہو تو ایسی ہو

☆

غزوۂ بدر میں فیصلہ کن لڑائی کے بعد کفار قیدی بنا لیے گئے، رات کا وقت تھا اور نبی اکرم ﷺ کا خیمہ قیدیوں کے خیمے سے قریب تھا، رات کا ایک پہر گذر جانے کے باوجود نبی کریم ﷺ بیدار اور بے چین تھے، وجہ معلوم کرنے پر علم ہوا کہ قیدیوں کی رسیاں سختی کے ساتھ باندھی گئی ہیں اور وہ کراہ رہے تھے، بس یہی وجہ تھی کہ حضور کی طبیعت میں بے چینی پائی جا رہی تھی، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قیدیوں کی مشکیں ڈھیلی کیں اور وہ سوئے تو نبی کریم ﷺ نے آرام فرمایا۔ سبحان اللہ! محبت وشفقت کا یہ انداز کفارِ مکہ نے کہاں دیکھا تھا؟ بس اپنائیت کا یہی انداز اُن کے دلوں کو بدلنے کے لیے کارگر ثابت ہوا۔

میرے بھائی! یاد کیجئے، مکۃ المکرّمہ کی فتح کا دن تھا، ہمارے پیارے نبی ﷺ کے ساتھ دس ہزار مسلمان فاتح اور باوقار حرم شریف میں داخل ہو رہے تھے، حضور نے نمازِ شکر ادا فرمائی اور کعبۃُ اللہ کی چوکھٹ پکڑ کر کھڑے ہوئے، اُس وقت اہلِ مکہ اسیروں کی صورت میں پیش کیے گئے، نبی

کریم ﷺ نے اُن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: تم لوگ میری نسبت کیا خیال کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ سب نے عرض کیا: ہمیں آپ کی ذات سے نیکی اور بھلائی کی اُمید ہے کیونکہ آپ کی ذات کریم ابن کریم ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو اور تمہارا مال و اسباب بھی تمہارا ہے۔ ذرا غور فرمائیے! اُس اجتماع میں خون کے پیاسے بھی موجود تھے، راستے میں کانٹے بچھانے والے بھی موجود تھے، وجودِ اطہر پر کوڑا کرکٹ پھینک کر اذیت پہنچانے والے بھی موجود تھے، مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والے بھی موجود تھے اور پیارے نبی ﷺ کے محبوب چچا کا کلیجہ چبانے والی عورت بھی اُن میں شامل تھی لیکن اِس کے باوجود سب کو معاف کر دیا، ہاں میرے بھائی! ہمارے نبی ﷺ نے کسی سے بدلہ نہیں لیا اور محبت و اخلاق کا یہ مظاہرہ ایسا پُر اثر تھا کہ کفار وہاں سے باہر نکلے تو اُن کے دلوں میں اسلام کی محبت اور ایمان کا نور داخل ہو چکا تھا اور پھر اہل مکہ جوق در جوق اور گروہ در گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے ہوئے مومنین میں شامل ہو گئے۔

☆

پیارے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمارے لیے نمونہ ہے۔ آج ہمیں اُس عظیم نمونے کی ضرورت ہے، جس کے باعث بیگانے اپنے اور دشمن دوست بن گئے۔ جان کے دشمن جانثار اور اغیار محبِّ بے قرار بن گئے۔ اُن اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی ضرورت ہے

جنہوں نے چودہ سو سال پہلے ایک کریم اور عظیم انقلاب برپا کیا۔

احادیث میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے لگاتار دس سال حضور کی خدمت کی، حضور نے مجھے کبھی اُف نہیں کہا، جو کام میں نے کیا، اُس کے متعلق کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تو نے کیوں کیا اور جو کام نہیں کیا اُس کے متعلق کبھی نہیں پوچھا کہ کیوں نہیں کیا۔

ترمذی میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں بھی ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کوئی گناہ ہو جائے تو اُس کے فوراً بعد نیکی کرو، وہ نیکی اُس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آیا کرو۔

☆

عرب کے دورِ جاہلیت میں قوتِ برداشت بالکل نہیں تھی، اگر کوئی کسی کو گالی دیتا تو وہ فوراً تلوار نکال لاتا، کوئی کسی کو تھپڑ مار دیتا تو مخالف اُسے قتل کرنے تک جاتا لیکن جب رحمتِ عالم تشریف لائے تو اُنہوں نے انسانیت کو صبر و تحمل اور برداشت کا درس دیا، بخاری اور مسلم شریف میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان، مسلمان کا دینی بھائی ہے وہ اُس پر ظلم نہیں کرتا اور اُس کو کسی دشمن کے سپرد نہیں کرتا اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس شخص نے کسی مسلمان کا کوئی غم دور کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ اُس سے قیامت کے غموں میں کوئی غم دور کر دے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان (کے بدن یا عیب) کی پردہ پوشی کی، اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (اللہ اکبر)

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ ہیں۔

ترمذی شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کے ذریعے اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے، تو آپ نے فرمایا: وہ چیز اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اچھے اخلاق ہیں۔ پھر اُس چیز کے متعلق پوچھا گیا جس کی وجہ سے اکثر لوگ جہنم میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا: وہ منہ (سے بُری بات نکالنا) اور شرم گاہ (سے بدکاری کرنا) ہے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو۔

ابوداؤد، ابن ماجہ اور ترمذی شریف میں روایت موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اُس شخص کے لیے جنت کے احاطے میں گھر دلانے کی ضمانت دیتا ہوں جو جھگڑا کرنا چھوڑ دے، اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور اُس شخص کے لیے جنت کے درمیان میں گھر دلانے کی ضمانت دیتا ہوں جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اگرچہ جھوٹ بولنا مذاق کے طور پر ہی کیوں نہ ہو اور اُس کے لیے جنت کے اعلیٰ درجے میں گھر دلانے کی ضمانت دیتا ہوں جو اچھے اخلاق کو اپنائے۔

مسلمان بھائیو! بعض اوقات ہم کسی کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے جھوٹ بول دیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اِس جھوٹ سے ہمیں تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ جھوٹ کی وجہ سے ہمارے مسلمان بھائی کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا

ہے، لہذا ہم یہ عہد کریں کہ انشاء اللہ تعالیٰ عزوجل آئندہ جھوٹ نہیں بولیں گے اور جنت کے درمیان میں گھر حاصل کریں گے۔

طبرانی میں ہے کہ حسن خلق گناہوں کو اِس طرح پگھلا دیتا ہے، جس طرح کہ پانی برف کو پگھلاتا ہے اور بد اخلاقی عمل کو اس طرح خراب کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد (کے ذائقہ) کو خراب کر دیتا ہے۔

بخاری اور مسلم شریف میں ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے اور پہلوان وہ نہیں جو کسی کو زیر کرلے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

میرے بھائی! ہمارا دین تنگ نظر نہیں بلکہ وسعت اور کشادگی سے آراستہ ہے، اِسی لیے ترمذی شریف میں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا تیرے لیے صدقہ یعنی نیکی ہے اور تیرا امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی تبلیغ کرنا صدقہ ہے اور راستہ بھٹکنے کی جگہ پر کسی کو راستہ بتانا تیرے لیے صدقہ ہے اور تیرا راستے سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی دور کرنا تیرے لیے صدقہ ہے اور تیرا اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لیے صدقہ ہے۔ سبحان اللہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی ءآخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر کتنے احسانات فرمائے، کتنی نعمتوں سے نوازا ہے؟ اور عنایات کا یہ سلسلہ صرف دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی جاری رہے گا، طبرانی اور حاکم سے روایت ہے کہ بے شک جنت میں ایک بالا خانہ ہوگا جس کے باہر کا حصہ اُس کے اندر سے اور اندر کا حصہ اُس کے باہر سے شفاف ہونے کی وجہ سے نظر آئے گا اور یہ بالا خانہ

اُس شخص کے لیے ہوگا جس نے اچھا کلام کیا اور لوگوں کو کھانا کھلایا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو وہ نماز کے لیے کھڑا ہوا۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، ایک اعرابی آیا اور اُس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر ایسا جھٹکا دیا کہ گردن کے کنارے پر سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے رگڑ کا نشان پڑ گیا، اُس نے کہا: اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے، اُس میں سے میرے لیے بھی کچھ دینے کا حکم کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کی طرف دیکھا اور پھر مسکرائے اور اُسے کچھ دینے کا حکم دیا۔

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ دین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اخلاقِ حسنہ! وہ دائیں بائیں سے بار بار آ کر یہی سوال کرتا رہا اور آپ یہی جواب دیتے رہے، آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: غصہ نہ کرو، دین یہی ہے (یعنی اچھے اخلاق اپنانا ہی دین ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے، رات کو نماز پڑھتی ہے لیکن اپنی بدزبانی سے اپنے ہمسائیوں کو رنج پہنچاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اُس کی جگہ دوزخ ہے اور فرمایا: بری عادات، عبادت کو یوں ضائع کر دیتی ہیں جس طرح سرکہ، شہد کو ضائع کر دیتا ہے۔ اللہ اکبر!

پیارے بھائیو! اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی عبادات کے ساتھ ساتھ قرابت داروں کو اپنے اخلاقِ رذیلہ یعنی بُرے اخلاق اور عادات کے ذریعے رنج پہنچائیں اور اعمال ضائع ہوتے رہیں۔ ہمیں

چاہیے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ اچھے اخلاق اپنائیں اور مخلوق خدا کو راحت وخوشی پہنچائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نیک اخلاق کے سبب انسان صائم الدہر (ہمیشہ روزہ رکھنے والا) اور قائم اللیل (رات کونماز پڑھنے والا) ہونے کا درجہ پالیتا ہے اور قیامت میں بڑا درجہ حاصل کرلے گا اگرچہ عبادت کم ہو۔

کیمیائے سعادت میں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ مسجد جارہے تھے کہ کسی نے اُنہیں گالی دی تو غلاموں نے مارنے کا قصد کیا، آپ نے منع کیا اور اُس سے مخاطب ہوکر کہا: بھائی! میرے جو عیب تجھ سے پوشیدہ ہیں وہ اِن سے کہیں زیادہ ہیں، جو تمہیں معلوم ہیں، اگر تمہیں کوئی حاجت ہے تو بتاؤ۔ وہ شخص بہت شرمندہ ہوا، آپ نے جولباس پہنا ہوا تھا وہ اُسے دے دیا اور ہزار درہم مزید دینے کا حکم فرمایا۔ وہ شخص یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بزرگ فرزندِ رسول ہیں۔ اِسی طرح ایک دفعہ آپ نے غلام کو آواز دی تو وہ نہ آیا، دوسری مرتبہ پھر آواز دی تو اُس نے کوئی جواب نہ دیا، فرمایا: تم سنتے کیوں نہیں؟ اُس نے کہا: میں نے سُنا تو ہے! فرمایا: پھر جواب کیوں نہیں دیا؟ اُس نے کہا کہ آپ کے حُسن اخلاق کی وجہ سے میں بے خوف تھا کہ آپ مجھے سزا نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ میرا غلام مجھ سے بے خوف ہے۔

میرے بھائیو! معافی اچھے اخلاق میں بے حد اہمیت رکھتی ہے، درگزر کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو پسند ہے اِس لیے وہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جب کسی نے زیادتی کی، آپ نے

اُسے فوراً معاف فرما دیا۔ غزوۂ اُحد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید کر دیئے گئے تو آپ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! ان پر رحم فرما دے کہ یہ نہیں جانتے، میں کون ہوں! حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور آپ کو بُرا بھلا کہنے لگا، آپ نے اُس کی باتیں سن کر سر جھکا لیا، ایک لمبی سانس لی اور سرِ اقدس اُٹھا کر فرمایا: اِن باتوں سے تیرے شیطان کا مقصد یہ ہے کہ میں طیش میں آ جاؤں اور تجھے بُرا بھلا کہوں، تجھے سخت سے سخت سزا دوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا، میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کی رضا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے لیے تجھے معاف کرتا ہوں، جاؤ! تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں۔ وہ شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے قدموں میں گر پڑا اور معافی طلب کی، آپ نے فوراً معاف کر دیا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ صحرا میں جا رہے تھے کہ ایک سپاہی ملا، اُس نے آبادی کا پوچھا تو آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا، اُس نے کہا کہ میں آبادی کے متعلق پوچھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا: حقیقی آبادی یہی ہے۔ اُس نے تڑاک سے آپ کے سر پر لاٹھی ماری، خون بہنے لگا، اور وہ اِسی حالت میں آپ کو پکڑ کر شہر کی طرف لے آیا، جب لوگوں نے آپ کو اِس حال میں دیکھا تو اُسے ملامت کی کہ یہ تو حضرت ابراہیم بن ادھم ہیں، وہ گھوڑے سے اُترا اور آپ کے پاؤں پکڑ لیے، اُس نے معافی کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں نے معاف کر دیا اور جس وقت تو نے میرا سر پھوڑا، میں نے اُسی وقت تمہارے لیے دعا کی، لوگوں نے دعا کرنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اِس تکلیف کے سبب مجھے ثواب نصیب ہوگا، میں نے یہ بات پسند نہ کی کہ مجھے تو

اِس کی وجہ سے بھلائی نصیب ہو اور اِسے میری وجہ سے کچھ نہ ملے۔

ایک شخص حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت! میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں، میرے گھر تشریف لائیے۔ آپ تشریف لائے تو اُس نے کہا کہ اب تو کھانا ختم ہو گیا ہے۔ آپ واپس چل پڑے، تھوڑی دور گئے تھے کہ وہی شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کی دعوت کی ہے، آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ اُس کے ساتھ واپس چل پڑے، جب اُس کے گھر پہنچے تو اُس نے کہا کہ میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ کھانا ختم ہو گیا ہے، پھر آپ دوبارہ کیوں آئے ہیں، چنانچہ آپ واپس ہو گئے، کچھ دور گئے تھے کہ وہ شخص پھر بھاگتا ہوا آیا اور کہا کہ آپ کو بار بار دعوت کے لیے بلا رہا ہوں، آپ آتے ہی نہیں، آپ اُس کے ساتھ ہو لیے، اُس کے گھر کے قریب پہنچے تو اُس نے پھر وہی حرکت کی، یہ سلسلہ کافی دیر چلتا رہا، آخر کار اُس نے عرض کیا: حضرت! میں آپ کو آزمانا چاہتا تھا، کیا آپ واقعی بلند اخلاق کے مالک ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، یہ خوبی تو کتے میں بھی پائی جاتی ہے کہ جب اُسے بلاؤ، آ جاتا ہے اور جب اُسے بھگا دو تو بھاگ جاتا ہے۔

ایک شخص نے اپنے گھر کی چھت پر سے حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر راکھ کا بھرا ہوا طشت ڈال دیا، آپ نے کپڑے جھاڑ کر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر ادا کیا، لوگوں نے شکر ادا کرنے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا کہ جو شخص آگ کے قابل ہو، اُس پر راکھ ڈال دی جائے تو شکر ہی کرنا چاہیے۔

محترم بھائیو! اپنے مسلمان بھائیوں کو نقصان سے محفوظ رکھنا حُسن

اخلاق کی علامت ہے، جو اپنے آپ کے لیے نقصان برداشت کر لیتے ہیں لیکن اپنے کسی مسلمان بھائی کو نقصان پہنچانا پسند نہیں کرتے ، اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ اُن کے لیے دنیا وآخرت کے فائدے لکھ دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ درزی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بت پرست کپڑے سلواتا اور ہر بار کھوٹا سکہ اُجرت میں دے دیتا، آپ بغیر تردّد کھوٹا سکہ لے لیتے، ایک مرتبہ اتفاق سے آپ خود موجود نہ تھے، آپ کا شاگرد موجود تھا، اُس نے کھوٹا سکہ لینے سے انکار کر دیا، جب آپ تشریف لائے تو شاگرد سے فرمایا کہ تو نے کھوٹا سکہ لینے سے انکار کیوں کیا، وہ برسوں سے میرے ساتھ یہی معاملہ کرتا رہا لیکن میں نے کبھی اُس پر ظاہر نہیں ہونے دیا اور ہمیشہ کھوٹا سکہ اِس خیال سے لے لیا کہ اُس سے کسی دوسرے مسلمان کو نقصان نہ پہنچے۔ سبحان اللہ

ایک شخص حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دیتا ہوا ساتھ چلنے لگا، جب آپ اُس مقام کے قریب پہنچے جہاں آپ کے اَعزہ واقارب کا قیام تھا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جو گالیاں دینا باقی ہیں وہ پوری کر لو کیونکہ یہاں میری قوم کے افراد رہتے ہیں اگر اُنہوں نے تمہاری باتیں سن لیں تو تمہیں پریشان کریں گے۔ اِسی طرح ایک عورت نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو ریاکار کہہ دیا، آپ نے فرمایا: اے نیک بخت عورت! بصرہ کے لوگوں نے میرا نام گم کر دیا تھا، تو نے کہاں سے ڈھونڈ نکالا۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ قبرستان سے تشریف لا رہے تھے اور ایک نوجوان مستی میں باجا بجا رہا تھا، آپ نے اس شیطانی کام کو دیکھ کر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا تو اُس نوجوان نے آگے بڑھ کر باجا

اِس زور سے آپ کے سر پر مارا کہ سر پھٹ گیا اور باجا بھی ٹوٹ گیا۔ حضرت کو اتنا رنج اپنے سر پھٹنے کا نہ ہوا جتنا اُس کا باجا ٹوٹ جانے پر ہوا، آپ نے گھر واپس آ کر اُس نوجوان کو باجے کی قیمت اور کچھ حلوہ وغیرہ بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ اِس رقم سے دوسرا باجا خرید لو اور حلوہ وغیرہ خوب کھاؤ تا کہ ٹوٹنے والے باجے کا غم دور ہو جائے۔ آہ! ندامت اور پشیمانی نے اُس کے دل کو جگا دیا، فوراً حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی کا طلبگار بن گیا اور حضرت تو پہلے ہی تہہ دل سے معاف کر چکے تھے۔

سیر العارفین میں حضرت شیخ احمد کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کپڑے بننے کا کام کرتے تھے، ایک رات چور گھر میں گھس آیا لیکن اُسے کوئی چیز نہ ملی، وہ واپس جا رہا تھا کہ شیخ نے اُسے آواز دی اور شفقت بھرے انداز میں کہا: خدارا، ذرا ٹھہر جائیے، شیخ احمد نے کپڑا بنانے والی کھڈی میں ہاتھ ڈالا تو سات گز کپڑا موجود پایا، وہی نکال کر اُسے دے دیا اور کہا: یہ لے جاؤ، اِس فقیر کے پاس کچھ مزید ہوتا تو دینے سے دریغ نہ کرتا، اِس وقت یہی نذرانہ قبول کر لو۔ چور نے کپڑا لیا اور بوجھل قدموں سے گھر کی طرف چل پڑا مگر حُسنِ اخلاق اور شفقت و محبت کا یہ بے پایاں انداز اپنا کام کر چکا تھا، آنسو موتی بن کر بہہ رہے تھے، اور ندامت کے آنسوؤں سے دل کو طہارت حاصل ہوا کرتی ہے۔ اگلے دن چور اور اُس کے ساتھی آ کر شیخ کے ہاتھ پر تائب ہو گئے اور اللہ جل شانہٗ کے نیک بندے بن گئے۔

کتاب ''خزینۂ معرفت'' میں ہے کہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ قصور تشریف لے گئے، آپ اپنے دوستوں کے ساتھ قبرستان جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بازار صاف کرنے والی عورت ٹوکری میں کوڑا

کر کٹ جمع کر کے کھڑی تھی، اُس کی گود میں ایک بچہ بھی تھا، وہ اکیلی تھی اور ٹوکری اٹھانا چاہتی تھی لیکن گود میں بچہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھی، حضرت کی نظر پڑی تو ایکدم آگے بڑھے اور اپنے ہاتھوں سے اُس کی مدد کر کے ٹوکری اٹھوا دی اور ساتھیوں کو حیرت کی انتہا نہ رہی لیکن آپ پھر اُن کے ہمراہ قبرستان کی طرف چل پڑے۔

حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری، حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مرتبہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک صاحب تشریف لائے، وہ حقہ پینے کی عادت میں مبتلا تھے، حضرت کرماں والے حقہ اور تمباکو نوشی سے سخت نفرت کرتے لیکن یہاں تبلیغ کا موقع ہاتھ آیا تو آپ کا اخلاق اور اندازِ تبلیغ ملاحظہ کریں کہ بڑی محبت اور چاہت کے ساتھ اپنے بیٹے سیّد عثمان علی شاہ بخاری کو حکم فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے حقہ تیار کر کے لاؤ، انہوں نے گاؤں سے حقہ منگوایا اور پھر خود تیار کر کے لے آئے، حضرت نے مہمان کے سامنے حقہ رکھوایا اور کہا کہ جناب حقہ نوش فرمائیے، اب اُن کی حالت یہ تھی کہ انکار کرتے اور حضرت بار بار اصرار کرتے، حتیٰ کہ حضرت نے اُن کے دل میں حقہ نوشی کی نفرت پیدا کر دی اور پھر اُنہوں نے زندگی بھر حقہ نہیں پیا۔

کتاب ''معدن کرم'' میں ہے، سیّد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس محمد یوسف پہلوان نامی ایک شخص حاضر ہوا، ملاقات کے بعد گھر واپس جانے لگا تو ایک خادم سے بھوک کا اظہار کرتے ہوئے لنگر (کھانے) کے متعلق پوچھا، خادم نے کہا: ابھی لنگر تیار نہیں ہوا، چنانچہ وہ لنگر کھائے بغیر چلا گیا۔ جب لنگر تیار ہو گیا اور حضرت سیّد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو

انہوں نے پوچھا، کیا محمد یوسف لنگر کھا کر گیا ہے؟ بتایا گیا کہ اُس وقت لنگر تیار نہیں تھالہذا وہ بھوکا ہی چلا گیا، آپ نے فوراً کہا: میں بھی لنگر نہیں کھاؤں گا جب تک محمد یوسف نہیں کھائے گا۔ چنانچہ حاجی محمد شفیق نامی خادم، رات کے وقت لنگر لے کر محمد یوسف کے گھر گیا اور اُسے لنگر کھلایا، خادم واپس پہنچا تو حضرت نے لنگر شریف کھایا۔ محبت و شفقت سے بھرے ہوئے اپنائیت کے یہ انداز لوگوں کو کشاں کشاں اللہ کے اِن برگزیدہ بندوں کے پاس لے آتے اور پھر یہ اُن کے دلوں کو اللہ کریم جل شانہٗ کی طرف پھیر دیتے۔

کتاب ''مخزن اخلاق'' میں ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک رات غیر آباد مسجد میں گئے جس کے دروازے ٹوٹ پھوٹ چکے تھے، دیکھا کہ تین مسلمان بھائی سو رہے ہیں، سردی نہایت سخت تھی، آپ کو بے حد فکر لاحق ہوئی گویا خود سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں، حالانکہ اپنے جسم تن ڈھانپنے اور ستر چھپانے کے علاوہ کوئی کپڑا نہیں تھا، یہ وہی ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے رضائے الٰہی کی تلاش میں بادشاہت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی، ایک وقت تھا جب ایک جوڑا نہیں بیسوں قیمتی اور اعلیٰ قسم کے لباس پہننے کو موجود تھے، مخمل کی رضائیاں اور بستر تھے، کمرے کو گرم رکھنے کے لیے انگیٹھیوں کا انتظام تھا مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ بندہ حکومت و اقتدار چھوڑ کر راہِ فقر اختیار کر چکا تھا، جو لذت و سرور اور راحت و سکون اِس راہ میں ملا، اُس کے سامنے دنیا بھر کی بادشاہت بھی حقیر ہے۔ بہرحال اپنے بھائیوں کو سردی سے بچانے کے لیے حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ نہ تھا، البتہ یہ کیا کہ اپنے جسم اور وجود ہی کو سردی سے بچاؤ کے لیے ڈھال بنایا اور ساری رات دروازے میں ہاتھ پھیلا

کر کھڑے رہے تا کہ ٹھنڈی ہوا اندر نہ جائے۔ صبح درویشوں کی آنکھ کھلی تو حضرت کو اِس طرح کھڑا دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور عرض کیا: حضرت! آپ نے اِس سخت سردی میں یہ تکلیف کیوں اٹھائی اور ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: سرد ہوا چل رہی تھی، میرے پاس تمہیں سردی سے بچانے کے لیے اور تو کچھ نہ تھا البتہ میرے بس میں یہ تھا کہ اپنے آپ کو دروازے میں کھڑا رکھوں شاید اِس طرح تمہیں کچھ سکون ملے اور سردی کی شدت میں کمی واقع ہو جائے۔

کتاب ''عوارف المعارف'' میں ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ (بلخ کی حکومت کو چھوڑ کر درویشی اختیار کرنے کے بعد) کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور اس سے جو آمدنی ہوتی وہ اپنے ساتھیوں یا خانقاہ میں مقیم لوگوں کو کھلاتے تھے۔ آپ کے ساتھی دن بھر روزہ رکھتے اور رات کو آپ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے، بعض اوقات یوں ہوتا کہ آپ دیر سے واپس لوٹتے، ایک دن دیر ہونے پر ساتھیوں نے سوچا کہ کیوں نہ آج حضرت کے آنے سے پہلے ہی لنگر کھا لیا جائے تا کہ آئندہ حضرت جلدی تشریف لایا کریں، درویشوں نے کھانا تیار کیا اور آپ کی آمد سے پہلے ہی کھا کر سو گئے۔ آپ رات کو پہنچے تو سب کو سوتے دیکھ کر سوچا، شاید بے چارے بھوکے ہی سو گئے ہیں، چنانچہ آٹا گوندھا اور روٹیاں پکانا شروع کر دیں، اتنے میں آپ کے ساتھیوں کی آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ آپ رخسار زمین پر رکھے آگ میں پھونکیں مار رہے ہیں، انہوں نے اصل صورتِ حال بتائی تو فرمایا: میں نے سوچا کہ شاید تم لوگ بھوکے ہی سو گئے ہو۔ اب آنسو ساتھیوں کی آنکھوں سے ٹپک رہے تھے اور دل ہی دل میں بے حد نادم ہو رہے تھے کہ دیکھو! ہم نے کیا سوچا اور حضرت ہمارے ساتھ کیسا محبت

وشفقت آمیز اور احساس بھرا روّیہ برت رہے ہیں۔

کتاب ''روضۃ الریاحین'' میں ہے بغداد میں ایک تاجر رہتا تھا، وہ ہمیشہ صوفیاء کی برائی کرتا تھا، پھر ایسا وقت آیا کہ وہ ہر وقت صوفیاء کی صحبت میں رہتا اور اپنا مال اُن پر خرچ کر دیتا۔ اُس سے اِس تبدیلی پر سوال کیا گیا تو اُس نے بتایا: میں نے ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی تو حضرت بِشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ تیزی کے ساتھ جامع مسجد سے نکل کر جا رہے ہیں، میں نے دل میں خیال کیا کہ دیکھوں تو سہی، یہ شخص جو بڑا صوفی مشہور ہے، تھوڑی دیر کے لیے مسجد میں کیوں نہ ٹھہرا اور کہاں جاتا ہے۔ اُنہوں نے نانبائی سے نرم نرم روٹیاں خریدیں تو میں دل میں کہنے لگا کہ یہ صوفی ہیں! نرم نرم روٹیاں خریدتے ہیں، پھر کبابی کے یہاں سے ایک درہم کے کباب خریدے، میرا غصہ اور زیادہ ہو گیا، اُنہوں نے وہاں سے حلوائی کے پاس آ کر ایک درہم کا فالودہ خریدا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا جب یہ کھانے بیٹھے گا تو میں اِس پر عیش تلخ کر دوں گا۔ اُنہوں نے جنگل کا راستہ لیا تو میں نے خیال کیا کہ اب یہ سبزہ زار تلاش کرتا ہے، وہاں بیٹھ کر آرام سے کھائے گا۔ چنانچہ میں بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہو لیا، وہ عصر تک چلتے رہے، عصر کے وقت ایک گاؤں میں پہنچے اور ایک مسجد میں داخل ہو گئے، وہاں ایک مریض تھا، اُس کے سرہانے بیٹھ کر اُسے کھانا کھلانے لگے، میں گاؤں دیکھنے کے ارادے سے باہر نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا تو اُنہیں وہاں نہ پایا۔ میں نے اُس مریض سے پوچھا کہ حضرت بِشر کہاں گئے؟ اُس نے کہا کہ وہ تو بغداد کو واپس لوٹ گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ بغداد کا یہاں سے کس قدر فاصلہ ہے؟ اُس نے کہا چالیس فرسخ یعنی پانچ منزل ہیں۔ میں نے کہا: انا للّٰہ وانا

الیہ راجعون۔ میں نے اپنے اوپر یہ کیا مصیبت ڈالی، نہ میرے پاس اتنے دام ہیں جو کوئی سواری کرایہ پر کروں، نہ اتنی طاقت ہے کہ اتنی دور تک پیدل چل سکوں۔ اُس مریض نے کہا: اُن کے دوبارہ آنے تک یہاں قیام کرو چنانچہ دوسرے جمعہ تک میں وہاں رہا اور بشر اُسی وقت پر پہنچے اور اُن کے ساتھ وہی مریض کی خوراک تھی۔ جب کھلا چکے تو اُس مریض نے کہا: اے ابونصر! یہ شخص تمہارے ساتھ پچھلے جمعہ کو آیا تھا اور ایک ہفتہ سے یہاں پڑا ہوا ہے، اِسے واپس پہنچا دو۔ تب حضرت بشر نے مجھے ناراضگی سے دیکھا اور کہا: کیوں میرے ساتھ آیا تھا؟ میں نے کہا: خطا ہوگئی، کہا: اُٹھ چل، تب میں اُن کے پیچھے مغرب تک چلا، جب شہر کے قریب پہنچے تو پوچھا: تمہارا محلّہ کونسا ہے؟ میں نے کہا: فلاں محلّہ ہے۔ کہا: اچھا جاؤ، پھر دوبارہ ایسا مت کرنا۔ جب سے میں نے توبہ کی اور اِن کی صحبت اختیار کی اور اُسی توبہ پر آج تک قائم ہوں۔ سبحان اللہ

رسالہ ''قشیریہ'' میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ بازار میں آگ لگ گئی اور اِس کی خبر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو کہا: مقامِ شکر ہے کہ دنیا کے مال سے نجات پائی کیونکہ بازار میں ایک دکان اُن کی تھی۔ جب آگ بجھ گئی تو معلوم ہوا کہ حضرت کی دکان بچ گئی ہے۔ یہ سن کر نہایت غمگین ہوئے اور فرمایا: مسلمان بھائیوں کے ساتھ نقصان میں موافقت کرنا واجبات میں سے ہے لہذا تمام مال راہِ خدا میں بانٹ دیا۔

کسی خانقاہ میں ایک بزرگ اپنے بیٹے کے ہمراہ تہجد کے وقت نوافل میں مشغول تھے۔ قریب ہی کچھ لوگ سو رہے تھے۔ اُن کے بیٹے نے کہا: کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ لوگ بھی بیدار ہو کر نماز پڑھ رہے ہوتے۔ وہ بزرگ فوراً بولے،

بیٹا! کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم بھی سو رہے ہوتے مگر یہ بات نہ کرتے۔

فوائد الفواد میں ہے کہ ایک مرتبہ پانچ افراد جو نہایت سخت مزاج تھے، حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور نہایت کرخت اور ناگوار لہجے میں کہنے لگے کہ ہم بے شمار جگہ گئے ہیں لیکن ہمیں آج تک کوئی مردِ کامل یا برگزیدہ بندہ نہیں ملا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو حضرت نے فرمایا: ذرا ٹھہرو، میں تمہیں کسی مردِ کامل کا پتہ دوں لیکن وہ نہایت ناگواری کے ساتھ روانہ ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: اچھا، اگر تم جاتے ہی ہو تو بیابان کی راہ مت جاؤ، کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو لیکن وہ نہ مانے اور بیابان کی راہ سے روانہ ہوئے۔ آپ نے ایک آدمی کو اُن کے پیچھے دوڑایا تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس راستے سے جا رہے ہیں۔ وہ آدمی خبر لایا کہ اُنہوں نے بیابان کا رستہ اختیار کر لیا ہے۔ حضرت بابا فرید نے یہ سُنا تو اِس طرح رونے لگے جیسے کوئی بہت بڑا نقصان ہو گیا ہو۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بیابان میں گرم ہوا چلی اور اُن میں سے چار افراد ہلاک ہو گئے، صرف ایک بچا جس نے کنوئیں کے پاس پہنچ کر اِس قدر پانی پیا کہ وہ بھی ہلاک ہو گیا۔

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ بغداد میں ایک بزرگ خواجہ محمد مَن کدر رہتے تھے، کپڑے کی تجارت کرتے اور موسم سرما میں پوشاکیں بنوا کر بیچا کرتے۔ جب کسی کام سے کہیں جاتے تو غلام کو بٹھا جاتے اور تاکید کرتے کہ خبردار! یہ پوشاک دو دینار میں دینا اور یہ تین دینار میں۔ کسی میں کمی بیشی نہ کرنا۔ ایک دن ایک اعرابی آیا اور غلام سے پوچھا، فلاں پوشاک کس قیمت کو ملے گا۔ وہ پوشاک دو دینار کی قیمت کا تھا لیکن غلام نے کہا:

تین دینار کا۔ اعرابی کو سستا معلوم ہوا اور تین دینار دے کر خرید لیا۔ واپس جا رہا تھا کہ راستے میں اُسے حضرت مَن کدر مل گئے، اپنا پوشاک پہچان کر اُس سے معلوم کیا کہ بھئی! یہ لبادہ کتنے میں لیا ہے؟ اُس نے کہا: صرف تین دینار میں۔ حضرت کہنے لگے کہ اِس قسم کے لبادے دو دینار کو مل جاتے ہیں، دکاندار نے تجھ سے ایک دینار زیادہ لیا ہے۔ واپس آؤ اور پوشاک پھیر دو۔ اعرابی نازک مزاج تھا، سمجھا کہ اِسے پوشاک پسند آ گیا ہے اور سستا جان کر واپس کرواتا ہے تاکہ خود خرید لے۔ غصہ میں آ کر کہنے لگا، یہ پوشاک ہمارے ملک میں دس بارہ دینار کا ہے، تو مجھے دھوکا دے کر واپس کروانا چاہتا ہے تاکہ خود خرید لے۔ حضرت نے جب دیکھا کہ اِس کے دل میں شک پیدا ہو گیا ہے تو کہا: بھئی! ناراضگی مت کرو، یہ پوشاک میری دکان کا ہے، میں نے غلام کو ہدایت کی تھی کہ اِسے دو دینار میں بیچنا لیکن اُس نے تین دینار لے لیے، میرے ساتھ چلو ایک دینار تمہیں واپس کروں گا یا اِس سے اچھا پوشاک تین دینار والا تمہیں دے دوں گا۔ یہ سن کر اعرابی واپس آیا تو حضرت نے ایک دینار اُسے واپس لوٹا دیا۔ اعرابی نے وہاں سے نکل کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ دکاندار کون ہے؟ نہایت امین اور دیانت دار معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اِنہیں شیخ محمد مَن کدر کہتے ہیں۔ اعرابی نے حیرانگی کے ساتھ کہا: شیخ محمد مَن کدر یہی ہیں؟ ہم تو اپنے وطن میں بڑے سخت حوادث میں اِن کے نام کو اپنا شفیع کرتے ہیں، اِن کے نام کی برکت سے ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ہم تو جانتے تھے کہ محمد مَن کدر کوئی بہت بڑا بزرگ ہے، خانقاہ میں رہتا ہوگا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ اِس طرح تاجروں میں پائے جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ خدمتِ خلق

انسان اشرف المخلوقات ہے لیکن انسان کی کئی عادات اور افعال جانوروں سے ملتے جلتے ہیں چنانچہ وہ جذبہ جو انسان کو عظمتِ انسانیت کے مقام پر فائز کر کے اشرف المخلوقات بناتا ہے اُسے ہم محبت، ایثار اور خدمتِ خلق کا نام دیتے ہیں مثلاً آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی جانور نے کوئی شکار کیا ہو اور ہمسائے کے گھر اُس کا حصہ بھجوایا ہو لہٰذا یہ انسان کا امتیازی فرق ہے، چنانچہ وہی شخص اشرف المخلوقات کے درجہ پر فائز ہو سکتا ہے جو اِس فرق کو قائم رکھے۔

میرے بھائی! آج ہمارے معاشرے میں جرائم کی شرح میں اضافہ، برائی کا عام ہونا اور نفرت کے بڑھ جانے کی بنیادی وجہ دنیا کے مال کی محبت، جذبۂ ایثار کی کمی اور خدمت خلق سے دوری ہے۔ ذرا غور فرمائیے! ایسی بھی کیا بے حسی کہ ایک ہی گلی میں رہنے والے ایک دوسرے کو نہیں جانتے، دو ہمسائے آپس میں اجنبی ہیں، گھروں کی دیواریں آپس میں ملی ہوئی ہیں لیکن دلوں کے درمیان ایک خلیج حائل ہے۔

آؤ میرے بھائی! اُن کی حیاتِ طیبہ سے رہنمائی لیتے ہیں جن کے لیے خالقِ کائنات فرما رہا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَه

ترجمہ : بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

میرے بھائی، آؤ دیکھو! یہ مکۃ المکرّمہ ہے، اللہ جل شانہٗ کے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس میں تشریف فرما ہیں اور کبھی نادار لوگوں کی مدد فرما رہے ہیں تو کبھی غلاموں کا ہاتھ بٹا رہے ہیں، کبھی ضعیف لوگوں کا بوجھ اُٹھا رہے ہیں تو کبھی بیماروں کی تیمارداری اور کام کاج میں مصروف ہیں اور ہاں یہ نقطہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ مدد کیے جانے والے کا مذہب نہیں دیکھا جا رہا، عقیدے کی جانچ پڑتال نہیں ہو رہی، بس خدمت ہو رہی ہے، محبت کی جا رہی ہے اور درد بانٹا جا رہا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا اور محدثین لکھتے ہیں کہ انصار نے اپنے مہاجرین بھائیوں کے لیے نہ صرف آدھا آدھا مال پیش کر دیا بلکہ جنہوں نے دو شادیاں کر رکھی تھیں، اُنہوں نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دی تاکہ مہاجرین اُن سے نکاح کر سکیں۔ یقیناً تاریخ انسانی اِس عظیم الشان محبت، ایثار اور بھائی چارے کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

میرے بھائی! مالکِ یوم حساب، رب العالمین جل شانہٗ اپنی کتابِ مقدس میں فرما رہا ہے:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَ لَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ ط وقف

ترجمہ : بندگان خدا وہ ہیں جو اگرچہ خود حاجت مند ہوتے ہیں لیکن دوسروں کے لیے ایثار کرتے ہیں۔

اِس فرمان الٰہی کا شان نزول اُن صحابہ کرام کی حالت کے متعلق ہے جو فقر و درویشی کی زندگی بسر کرتے تھے، ایثار یہ ہے کہ اپنے ہم صحبت لوگوں کو اپنے آپ پر ترجیح دی جائے، حتی کہ اپنی ضرورت کی بجائے دوسروں کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور اپنے آپ کو تکلیف میں رکھ کر دوسروں کو راحت پہنچائی جائے، اِسی لیے سیّد علی ہجویری، داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں: ''ایثار نام ہے معاونتِ اغیار کا (یعنی دوسروں کی مدد کرنا)''

میرے بھائیو! موجودہ وقت میں ہمارا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کو ہی عبادت واطاعت تصور کر لیا گیا ہے، لیکن اسلام کا تصورِ عبادت تنگ نظر ہرگز نہیں بلکہ وسعتِ نظری کا قائل ہے، اِسی لیے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ ۔۔۔الخ، یعنی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ، قیامت کے دن، فرشتوں، (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں مال صرف کرے، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، راگیروں اور سائلوں پر اور گردنوں کے آزاد کردینے میں۔ (البقرۃ:۱۷۷)

دراصل عبادت، اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کا حصول یا اطاعت ہے کیونکہ بظاہر نماز عبادت ہے لیکن اگر کوئی کہے کہ میں آج کی نماز کل پڑھوں گا تو اُس کی یہ عبادت قبول نہیں کی جائے گی، اِسی طرح روزہ عبادت ہے لیکن اگر یہی روزہ عید کے دن رکھا جائے تو عبادت کی بجائے نافرمانی شمار ہوگا۔ لہٰذا

نماز، روزہ وغیرہ فی نفسہٖ اظہار ہے لیکن درحقیقت عبادت اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت یا خوشنودی کا حصول ہے اور اللہ کریم کی خوشنودی، مخلوق کی خدمت میں پوشیدہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہٖ

یعنی ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اس لیے اللہ کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ آدمی وہ ہے جو اس کے کنبے (مخلوق) کے ساتھ نیک کرے۔ (مشکوٰۃ، صفحہ ۴۲۵)

چنانچہ حقوق العباد کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بیوہ عورتوں اور مسکینوں کی خبرگیری رکھنے والا اللہ کی راہ میں کوشش کرنے والے کی طرح ہے اور میرا خیال ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس قیام کرنے والے کی مانند ہے جو رات کو سستی نہیں کرتا اور روزہ رکھنے والے کی مانند ہے جو افطار نہیں کرتا۔ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے کس قدر محبت ہے، اِس کا اندازہ حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی مسلم شریف کی ایک حدیث پاک سے لگایا جا سکتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایسا ہوگا کہ خدا ایک انسان سے کہے گا، اے ابن آدم! میں بیمار ہوگیا تھا مگر تو نے میری بیمار پُرسی نہ کی۔ بندہ

حیران ہو کر کہے گا، بھلا ایسے کیوں کر ہو سکتا ہے، تو ہمارا خالق، رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ تیرے قریب بیمار ہو گیا تھا اور تو نے اُس کی خبر نہیں لی تھی۔ حالانکہ اگر تو اس کی بیمار پُرسی کے لیے جاتا تو مجھے اُس کے پاس پاتا۔ (یعنی اُس کی خدمت کرنے میں ہی میرے لیے خدمت گزاری تھی) اِسی طرح اللہ کریم عزوجل فرمائے گا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، مگر تو نے مجھے نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا، بھلا ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ تجھے کسی بات کی احتیاج ہو؟ خدا فرمائے گا، کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بھوکے بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے انکار کر دیا تھا، اگر تو اُسے کھلاتا تو مجھے اُس کے پاس پاتا۔ (مسلم عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض وثواب المرض ص ۱۳۳، ۱۳۴، طبع کراچی)

حقیقت تو یہ ہے کہ پورے کا پورا دین اسلام محبت و مروت سے تشکیل کردہ ہے، کسی بھوکے کو کھانا کھلانے میں جو چیز پوشیدہ ہے وہ ہزارہا نوافل اور بے پناہ عبادت میں بھی نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک معروف برگزیدہ اور مقرب بندے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

فتشت الاعمال کلها فما وجدت فیها افضل من اطعام الطعام، اودلو کانت الدنیا بیدی فاطعمها الجیاع یعنی میں نے تمام اعمال کا جائزہ لیا تو ان میں (مخلوق خدا کو) کھانا کھلانے سے بڑھ کر کوئی زیادہ فضیلت والا عمل نہ پایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر ساری دنیا بھی میرے ہاتھ میں ہوتی تو اُسے بھوکوں کے کھانے میں استعمال کر

لیتا۔ (شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، طبع قاہرہ ۱۳۵۰ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کی مدد کر خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں لیکن اگر وہ ظالم ہے تو پھر اسکی مدد کیسے کروں؟ نبیء رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: ”تو اُس کو ظلم سے روک لے، یہ تیری مدد ہے۔“ (متفق علیہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہیں کرتا نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے جو شخص کسی مسلمان سے کوئی غم دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس سے غم دور کردے گا جو شخص کسی مسلمان کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، اس کی مدد نہیں چھوڑتا، اس پر ظلم نہیں کرتا، اس کو حقیر نہیں جانتا، پرہیز گاری اس جگہ ہے، اپنے سینہء اقدس کی طرف اشارہ کیا، تین مرتبہ اس طرح فرمایا: آدمی کو شر اور برائی سے یہی بات کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، مسلمان پر مسلمان کا خون، مال اور ابرو حرام ہے۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلد دوم)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں

کرتا"(متفق علیہ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا، وہ اُس کا (رشتہ دار) ہو یا کسی اور کا (رشتہ دار)، جنت میں اس طرح ہوں گے، یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور ان میں تھوڑا سا فرق رکھا، (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلد۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ایمانداروں کو آپس کی رحمت، محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا جب کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام بدن کے اعضاء بیداری (یا بے چینی) اور تپ (یعنی بخار) کو بلاتے ہیں۔(متفق علیہ)

اِنہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام ایماندار ایک آدمی کی مانند ہیں اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے سارا بدن تکلیف محسوس کرتا ہے اگر سر دکھتا ہے سارا بدن دُکھنے لگتا ہے۔(مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلد۲)

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان ایک دوسرے کے لیے مکان کی مانند ہیں کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے، پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیں۔(متفق علیہ)

میرے بھائی! احادیث کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایثار اور خدمتِ خلق میں بہت سے فائدے ہیں، اِس سے دنیا کے مال کی محبت کم

ہوتی ہے، آپس میں محبت بڑھتی ہے، اتفاق واتحاد میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور معاشرے میں سے جرائم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس وقت تک کوئی آدمی مسلمان کامل ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

کسی بھی شخص کی اچھائی یا برائی سے اُس کا ہمسایہ سب سے پہلے مستفید یا متاثر ہوتا ہے، چنانچہ اِس ضمن میں ہمسائے کے حقوق کا خیال رکھنا اور اُسے ترجیح دینا نہایت ضروری ہے، احادیث مبارکہ میں ہمسائے کے حق میں جو کچھ فرمایا گیا ہے، وہ غور طلب بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! ایماندار نہیں ہوتا، اللہ کی قسم! ایماندار نہیں ہوتا، اللہ کی قسم! ایماندار نہیں ہوتا، کہا گیا، اے اللہ کے رسول! کون؟ فرمایا: جس کا ہمسایہ اس کی بدیوں سے محفوظ نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کی بدیوں سے محفوظ نہیں ہے۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ مجھ کو ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہتے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ اسکو وارث بنا دیں گے۔

بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسلمان نہیں ہے جو خود سیر ہو کر کھاتا ہے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ہاں بہترین دوست وہ لوگ ہیں جو اپنے دوستوں کے لیے بہترین ہیں اور اللہ کے ہاں بہترین ہمسائے وہ ہیں جو اپنے ہمسایوں کے لیے بہترین ہیں۔ (ترمذی، دارمی۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم! مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں نیکوکار رہوں یا بدکار؟ فرمایا: جس وقت تیرے پڑوسی کہیں کہ تو نے نیکی کی ہے پس تو نے نیکی کی ہے اور جس وقت وہ کہیں کہ تو نے برا کیا ہے پس تو نے برا کیا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مخلوق پر رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے اور جو زمین میں رہتے ہیں تم ان پر رحم کرو جو آسمانوں میں رہتا ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔

(ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہے اور اُس کے ساتھ احسان (یا اچھا سلوک) کیا جاتا ہے اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہے اور اُس کے ساتھ برائی (برا سلوک) کیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ شریف جلد دوم)

میرے بھائی! آج اسلام کے پیروکار اپنا راستہ کچھ اِس طرح گم کر چکے ہیں کہ زبان سے دعوے کرتے ہیں لیکن اعمال وزن سے خالی ہیں چنانچہ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم جو دعویٰ کریں اُس کا اظہار اپنے اعمال سے کر کے دکھائیں، ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث کھول کر دیکھیں کہ ہمارے لیے ہدایت اور تلقین کس انداز میں موجود ہے:

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ وضو کیا تو صحابہ کرام وضو کا پانی بدن پر ملنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے محبت رکھیں تو اُسے چاہیے کہ جب بات کرے تو سچ بولے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اُس کو ادا کرے اور جس کا ہمسایہ بنے اس کی ہمسائیگی اچھی کرے۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ جلد۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تذکرہ کیا گیا کہ فلاں عورت کثرت کے ساتھ نماز پڑھنے، روزے رکھنے اور خیرات کرنے کی وجہ سے مشہور ہے لیکن اپنی زبان کے ساتھ وہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے، فرمایا: وہ دوزخ میں جائے گی۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم! فلاں عورت نسبتاً تھوڑا ذکر، تھوڑی نماز (یعنی صرف فرائض کی ادائیگی)، تھوڑے روزے اور تھوڑی خیرات کرتی ہے مگر اپنی

زبان کے ساتھ اپنے ہمسایوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی، فرمایا: وہ جنت میں جائے گی۔ (روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں بتلاؤں کہ تم میں نیک کون ہے اور برا کون؟ وہ لوگ چپ ہو گئے، آپ نے تین مرتبہ یہ بات بیان فرمائی تو ایک آدمی نے کہا: کیوں نہیں، آپ بتلائیں کہ ہم میں نیک کون ہے اور برا کون! فرمایا: تم میں نیک وہ ہے جس سے بھلائی کی امید رکھی جائے اور اسکی برائی سے امن میں رہا جائے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری امت میں سے کسی شخص کی ضرورت پوری کی وہ اسے خوش کرنا چاہتا ہے تو اُس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا، اُس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا، وہ اُس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مظلوم کی فریاد رسی کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے تہتر (73) بخششیں لکھ دیتا ہے، اُن میں سے ایک بخشش یہ ہے کہ اس کے سبب کاموں کی اصلاح ہے اور بہتر (72) قیامت کے دن اس کے لیے بلندی درجات کا باعث ہیں۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف مخلوق میں سے بہترین وہ ہے جو اُس کے کنبہ کے ساتھ احسان (اچھا سلوک) کرے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے)

پیارے بھائیو! آیئے، اللہ تبارک تعالیٰ جل شانہٗ کے چند برگزیدہ بندوں کے حالات سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں جو حضرت شیخ علی ہجویری، داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ''کشف المحجوب'' میں نقل فرمائے ہیں، آپ نے لکھا ہے:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق، ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی لیکن سارے شہر میں مچھلی کہیں سے نہ ملی، چند روز کے بعد مچھلی مل گئی آپ کی خدمت میں جا کر پیش کی گئی، یہ دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اسے پکا کر لے آؤ، جب مچھلی تیار ہو کر آپ کے سامنے لائی گئی تو ایک سائل نے آ کر صدا دی کہ کچھ عطا کیا جائے، آپ نے فرمایا: یہ مچھلی اسے دے دو، خادم نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کئی روز سے مچھلی کی خواہش کر رہے تھے، اب وہ پک کر آپ کے سامنے آئی ہے تو سائل کو دے رہے ہیں؟ اس کو مچھلی کی بجائے کوئی اور چیز دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے جوان! اب مچھلی کا کھانا میرے لیے حرام ہے، اب میں نے اس کی خواہش دل سے نکال دی ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث سنی ہے: ''جس کے دل میں کسی چیز کی خواہش پیدا ہو اور پھر اپنی خواہش پر قابو پا لے اور وہ چیز ایثار کر کے کسی دوسرے کے حوالے کر دے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے''۔ سبحان اللہ

اِسی طرح نقل کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو چار سو

سال سے عبادت الٰہی میں مشغول تھا۔ایک دن اس نے مناجات میں کہا کہ اے میرے خدا، اگر تو پہاڑوں کو پیدا نہ کرتا تو تیرے بندگان کے لیے زمین کا سفر آسان ہو جاتا۔ اس زمانے کے پیغمبر کو فرمان الٰہی موصول ہوا کہ اِسے کہو کہ تمہیں ہماری خلق میں دخل دینے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ اب جبکہ تم نے دخل اندازی کی ہے تو ہم نے تمہارا نام نیک بختوں کے دفتر سے خارج کر کے بدبختوں کے دفتر میں درج کر دیا ہے۔ یہ پیغام سن کر وہ عابد بہت خوش ہوا اور سجدۂ شکر بجالایا۔پیغمبر علیہ السلام نے کہا: اے نادان! بدبختی پر سجدہ شکر ادا کرنے کا کیا مطلب؟ اُس نے کہا کہ میں نے بدبختی پر شکر ادا نہیں کیا بلکہ اس بات پر شکر ادا کیا ہے کہ میرا نام حق تعالیٰ عزوجل کے کسی دفتر میں تو موجود ہے، اے پیغمبر! اب میری ایک گزارش ہے، انہوں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں میری طرف سے یہ عرض کریں کہ جب آپ مجھے دوزخ میں ڈالیں تو میرا جسم اس قدر بڑا کر دیں کہ ساری دوزخ کو گھیر لے تاکہ تیرے سب بندے دوزخ سے بچ کر جنت میں جاسکیں۔فرمان ہوا کہ میرے بندے سے کہہ دو کہ تیرے اس امتحان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ تیری ذلت کی جائے بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ خلق خدا پر تیرا شرف ظاہر ہو جائے۔اب اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں تم جن کی شفاعت کرو گے وہ بہشت میں جائیں گے۔

مزید نقل کیا ہے کہ میں نے شیخ احمد حماد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کی توبہ کی ابتداء کس طرح ہوئی تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک دفعہ میں اونٹوں سمیت صحرانشین ہو گیا اور کافی مدت تک وہاں مقیم رہا۔میں اکثر اوقات فاقوں میں بسر کرتا اور اپنا کھانا دوسروں کو دے دیتا تھا یہ بات مجھے بہت پسند تھی

کیونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے: وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وقف

یعنی ایسے مردان خدا بھی ہیں جو نفس کشی کر کے اپنا حصہ دوسروں کو دے دیتے ہیں حالانکہ خود حاجت مند ہوتے ہیں۔

غرضیکہ مجھے صوفیاء کرام کے مجاہدات سے محبت تھی۔ ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بھوکا شیر آیا اور میرے اونٹ کو مار کر ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور دھاڑنے لگا، اس کی آواز سن کر جنگلی جانور جمع ہو گئے۔ یہ دیکھ کر شیر نیچے اتر آیا اور اونٹ کے ٹکڑے کر کے پھر ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا اور تمام جنگلی جانوروں مثلاً گیدڑ، لومڑی، بھیڑیا وغیرہ نے پیٹ بھر کر گوشت کھایا۔ جب سب جانور سیر ہو گئے تو شیر ٹیلے سے آتر کر نیچے آیا اور گوشت کھانے ہی والا تھا کہ ایک لنگڑی لومڑی نمودار ہوئی۔ اسے دیکھ کر شیر پیچھے ہٹ گیا اور ٹیلے پر جا بیٹھا۔ جب لومڑی نے پیٹ بھر کر گوشت کھا لیا تو شیر نے نیچے اتر کر گوشت کھانا شروع کر دیا۔ میں دور کھڑا یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ جب شیر پیٹ بھر کر کھا چکا تو میری طرف دیکھ کر زبان حال سے کہنے لگا کہ اے احمد لقمہ خیرات کرنا تو کتوں کا کام ہے، مردان خدا وہ ہیں جو دوسروں کے لئے اپنی زندگی نثار کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد میرے دل میں دنیا کی محبت سرد پڑ گئی اور توبہ کر کے راہ حق میں مشغول ہو گیا۔

یہ روایت بھی نقل فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کا وزیر، غلام الخیل نامی صوفیاء کرام سے عداوت رکھتا تھا، اس نے حضرت ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ، رقام رضی اللہ عنہ اور ابوحمزہ رضی اللہ عنہ جیسے صوفیاء کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور یہ الزام لگایا کہ یہ لوگ زندیق (بے دین) ہیں، اگر ان کو قتل کر دیا جائے تو زندقہ

(بے دینی) کی بنیاد اُکھڑ جائے گی کیونکہ اس گروہ کے سرغنے یہی آدمی ہیں اور جس شخص سے یہ کارِ خیر سرانجام ہو جائے میں آخرت میں اس کے لیے اجرِ عظیم کا ضامن ہوں، یہ سنتے ہی خلیفہ وقت نے حکم دے دیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں، چنانچہ جب جلاد نے آ کر ان کے ہاتھ باندھ دیئے اور پہلے شیخ رقام رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا تو شیخ ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور ان کی جگہ لے لی اور کہنے لگے کہ ان کی بجائے پہلے مجھے قتل کرو، یہ دیکھ کر جلاد کہنے لگا اے جوان! تلوار ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کی طرف تمہاری رغبت ہو سکے تو صبر کر تیری نوبت بھی آنے والی ہے انہوں نے کہا مجھے معلوم ہے لیکن میرا اصول ایثار ہے، دنیا میں عزیز ترین چیز زندگی ہے لہذا میری خواہش ہے کہ عزیز ترین چیز کو دوستوں پر نثار کر دوں میرے لیے دنیا کی زندگی کا لمحہ آخرت کے ہزار سال سے بھی بہتر ہے کیونکہ یہ دنیا جائے خدمت ہے اور آخرت جائے قربت اور قرب خدمت کے عوض نصیب ہوتا ہے، یہ خبر خلیفہ کو پہنچی تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور کہلا بھیجا کہ ٹھہر جاؤ اِن کو فی الحال قتل نہ کرو، یہ کہہ کر اس نے معاملہ قاضی القضاۃ ابوالعباس بن علی کے سپرد کر دیا۔ قاضی القضاۃ ان تینوں بزرگوں کو اپنے گھر لے گئے اور شریعت و حقیقت کے متعلق ان سے جتنے سوال پوچھے ان کو کامل و مکمل پایا بلکہ اب تک ان حضرات سے عدم واقفیت کی وجہ سے قاضی صاحب کو افسوس بھی ہوا۔ اس کے بعد حضرت ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ نے قاضی سے فرمایا: ''اے قاضی یہ جو کچھ تم نے دریافت کیا ہے یہ تو کچھ نہیں دریافت کیا، حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے جو مخلص بندے ہوتے ہیں وہ اللہ کے ساتھ کھاتے ہیں، اللہ کے ساتھ پیتے ہیں، اللہ کے ساتھ اٹھتے، بیٹھے ہیں اور اللہ

کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔'' یعنی وہ اسی کے ساتھ زندہ ہیں اور اسی کے مشاہدہ کے ساتھ پائندہ ہیں، یہاں تک کہ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی حق تعالیٰ سے جدا ہوں تو حواس باختہ ہو جاتے ہیں ان کی حقیقت و معرفت کی یہ باتیں سن کر قاضی سخت حیران ہوا اور خلیفہ وقت کو خط لکھا کہ اگر ایسے لوگ بے دین ہیں تو دنیا میں دین دار کوئی بھی نہیں ہے۔ خلیفہ نے ان کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ کیا آپ حضرات کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ ہمیں بھول جائیں نہ کبھی آپ ہمیں پھر اپنے پاس بلائیں اور نہ ہماری جدائی آپ کو ستائے کیونکہ آپ کا ہمیں ترک کرنا بھی ایسا ہے جیسا کہ آپ کا قبول کرنا، یہ سن کر خلیفہ پر پھر گریہ طاری ہو گیا اور عزت کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

فقراء، ضعفاء اور دردمند غم زدوں کی مدد کرنا بظاہر بڑے بڑے نیکی اور عبادت کے کاموں سے زیادہ افضل ہے۔

میرے بھائیو! خدمت خلق کی اہمیت کے متعلق حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں لکھا ہے:

''بعض لوگ بڑی بڑی مساجد بناتے ہیں، اُن کی زیب وزینت اور نقش ونگار پر بڑا پیسہ خرچ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑی نیکی کر لی ہے، ہم نے جنت میں گھر بنا لیا ہے لیکن اُدھر یہ حال ہوتا ہے کہ اُن کے پڑوس میں اُن کے محلے اور شہر میں ہزاروں لوگ روٹی کو ترس رہے ہوتے ہیں، ہزاروں بیمار ہسپتالوں میں مناسب علاج نہ کرا سکنے کی وجہ سے کراہ رہے ہوتے ہیں، بے شمار لوگ ننگے بھوکے رہنے پر مجبور ہوتے ہیں، متعدد لوگ افلاس اور تنگدستی کا شکار ہوتے ہیں، اَن گنت لوگ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کی خاطر

مصائب و آلام اور طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں، ان تمام ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کو چھوڑ کر مساجد کی تعمیر و تزئین پر پیسہ خرچ کرنا کوئی وقعت نہیں رکھتا، ہاں جب ان لوگوں کی ضروریات پوری ہو جائیں، سب خوشحال ہو جائیں، سب کے مسائل حال ہو جائیں، سب کی پریشانیاں دور ہو جائیں تو اس کے بعد مساجد اور مدارس وغیرہ کی تعمیر پر خرچ کرنا صدقہ جاریہ اور بہت بڑا کارِ خیر ہے۔'' (احیاء العلوم، ج۳، ص۵۰۵، طبع قاہرہ)

میرے بھائی! حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند پایہ عالم دین اور ولی کامل نے یہ بھی لکھا ہے:

''تیرا کسی مسلمان کے دل میں سرور و خوشی پیدا کرنا، کسی غم زدہ کی مدد کرنا، کسی تکلیف میں مبتلا آدمی کی تکلیف کو رفع کرنا اور کسی ضعیف و نادار کی اعانیت کرنا، فرض حج کے بعد سو نفلی حجوں سے افضل و بہتر ہے۔''

(احیاء العلوم، ج۳، ص۷۔۵۰۶، طبع قاہرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ تبلیغ

اسلام ایک عظیم دین اور مکمل ضابطہ ء حیات ہے بلکہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی یہ واحد مذہب ہے جو قابل عمل ہے، دیگر تمام مذاہب پر نظر دوڑائیں تو اُن کی زندگی کے بہت سے پہلو رہنمائی سے خالی نظر آتے ہیں، مسلسل تبدیلیوں کی وجہ سے اُن ادیان کی اصل صورت بالکل مٹ چکی ہے، لیکن اسلام کی تعلیمات ہر لحاظ سے مکمل اور قابل عمل ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اِس کی حفاظت کا ذمہ اُٹھایا ہے۔

میرے بھائیو! اسلام زندگی گزارنے کا ایک مکمل نظام فراہم کرتا ہے، یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے کاموں، یعنی اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور سونے جاگنے وغیرہ کے طریقے بھی وضاحت سے بیان کرتا ہے، یہاں اب دین کو اپنی روزمرہ زندگی سے الگ رکھنے کی ضرورت باقی نہ رہی بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام دین ہو گیا اور عبادت قرار پایا، کاروباری معاملات طے کرنا، کھیتی باڑی کرنا، رزق حلال کمانے کے لیے مزدوری کرنا، اپنے رشتے داروں اور عزیز و اقارب سے حسن سلوک کرنا، یہاں تک کہ مویشیوں کو چارہ ڈالنا بھی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عبادت بن گیا۔

میرے بھائی! ذرا غور کیجئے کہ اسلام کا تصورِ عبادت کس قدر شاندار ہے، آپ محنت اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے کر رہے ہیں لیکن اِس کے باوجود فرمایا جا رہا ہے:

الكاسب حبيب الله

ہاتھ سے کمانے والا اللہ عزوجل کا دوست ہے

اسلام کا یہی خوبصورت، منفرد اور جامع نظام انسانیت کو اِس کی قبولیت کی طرف مائل کرتا ہے، اب ہدایت یافتہ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اِس ہدایت کو پھیلانے کے لیے کوشش کریں اور اِس کے ساتھ راہِ ہدایت پر گامزن لوگوں کو نیک اعمال کی تلقین اور برائی سے منع کرتے رہیں۔

قرآن کریم میں اللہ رب العالمین سبحانہ وتعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

”كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ “پ۴،ع۳

ترجمہ: ”یعنی تم ان سب امتوں سے بہترین امت ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں کیونکہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔“

میرے بھائی! یہ آیت بتا رہی ہے کہ اِس اُمت کے بہترین ہونے کا معیار نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے میں ہے، چنانچہ اِس معیار کو قائم رکھنے کے لیے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
”بَلِّغُوْ عَنِّیْ وَلَوْ آیہ“ یعنی پہنچا دو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اس ارشادِ پاک سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ایک ارشادِ مبارک کو بھی جانتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔ دعوت وتبلیغ یعنی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے (اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر) کا کام بہت اہم ہے۔

اللہ رب العزت سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید، فرقان حمید میں متعدد مقامات پر ''نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے روکنے'' کی ترغیب دلائی ہے، چنانچہ فرمایا:

''وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ'' يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ''

ترجمہ:۔ اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ مراد کو پہنچے'' (آل عمران:۱۰۴)

قرآن مجید، فرقانِ حمید کی اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے ہمیں تاکید فرمائی ہے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہو جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ اگر ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات زندگی کس قدر پُرکٹھن اور ان کی دینی خدمات کس قدر عظیم ہیں۔ اصحابِ صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، جن کی تعداد کم وبیش ستر تھی اور ان حضرات مقدسہ کا کوئی مستقل گھر یا ٹھکانا نہ تھا اور نہ ہی کھانے کا کوئی مستقل بندوبست تھا، مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین کی تعلیم

حاصل کرتے رہتے تھے۔

میرے بھائی! غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آج ہمارے پاس کتنے وسائل ہیں لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ و تربیت فرماتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اگر کسی کا کھجوروں کا باغ پک جاتا تو ہمیں کھانے کو کچھ مل جاتا، کوئی تھوڑے سے انگور لے آتا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا، ہم کھا لیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں پڑھاتے تھے اور ہم پڑھتے چلے جاتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے عظیم صحابی سارا سارا دن بلکہ کئی کئی دن تک بھوکے رہتے بھوک کی شدت کے باعث زمین پر لیٹ جاتے، کبھی بھوک کی شدت کے باعث بے ہوش ہو جاتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہماری حالتیں دیکھنے والی تھیں جب ہم میں سے اکثر کو کئی کئی وقت تک کھانا میسر نہیں آتا تھا، کمزوری کے باعث کمر سیدھی نہیں ہوتی تھی۔ بھوک کے باعث پیٹ کے بل پڑے رہتے اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو تین دن گزر گئے، کھانے کو کچھ نہ ملا، آج میں نے تہیہ کر لیا کہ مسجد نبوی شریف کے دروازے پر بیٹھوں گا، کوئی مجھے اپنا مہمان بنا کر لے جائے گا، سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، میں نے کوئی بات کرنا شروع کر دی تاکہ باتوں باتوں میں آپ مجھے گھر تک لے جائیں گے اور جو گھر میں میسر ہو گا اس سے میری تواضع فرمائیں گے مگر ایسا نہ ہوا اور مجھے واپس آنا پڑا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے پھر سوچا کہ شاید یہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے اور کچھ

کھانے کو میسر آ جائے گا، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ لوگ آتے جاتے رہے لیکن کوئی مجھے مہمان بنا کر نہ لے گیا، میں سر جھکائے بیٹھا تھا کہ ایک آواز آئی، ابو ہریرہ! ادھر آؤ، میں نے جب سر اٹھا کر دیکھا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ مطلع نبوت کا مہر منیر چمک رہا ہے، مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور آپ میری حالت سے بخوبی آگاہ تھے۔ ارشاد فرمایا: ابو ہریرہ! میرے ساتھ آؤ۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا۔ حضور اکرم ﷺ گھر تشریف لے گئے، میں اجازت لے کر حاضر ہوا۔ گھر میں دودھ کا ایک پیالہ تھا جو آپ ﷺ کی خدمت اقدس پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے (یہ آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی چیز پیش ہوتی تو اس کے متعلق دریافت فرماتے کہ کہیں صدقہ نہ ہو) عرض کیا گیا کہ فلاں جگہ سے ہدیہ آیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابو ہریرہ جاؤ! اصحاب صفہ کو بلا لاؤ، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ تھوڑا سا دودھ ہے، ہم سب کیسے پئیں گے؟ یہ تو شاید ایک آدمی کو بھی کافی نہ ہو۔ لیکن میں آپ ﷺ کے حکم پر اصحاب صفہ کو بلا لایا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اِن سب کو دودھ پلاؤ۔ میں ایک ایک صحابی کو پیالہ پیش کرتا اور وہ جی بھر کر پیتا اور پیالہ مجھے واپس لوٹا دیتا۔ اسی طرح سب کو پلایا اور سب نے خوب پیا۔ تو حضور ﷺ نے میری طرف دیکھا اور تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اب ہم دو ہی باقی ہیں، میں نے عرض کیا، بیشک۔ فرمایا تم پی لو۔ میں نے پیا، پھر ارشاد فرمایا اور پی لو۔ میں نے اور پیا، آخر کار میں عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! اب میں پی نہیں سکتا (کیونکہ گنجائش ہی نہ تھی) اس کے بعد آپ ﷺ نے باقی دودھ نوش فرمایا۔

میرے بھائی! آج ہمارے پاس کیا کیا سہولتیں نہیں ہیں، اُس وقت تو وسائل موجود ہی نہ تھے لیکن پھر بھی صورتحال اس کے برعکس ہے، ہم نے اپنی خوشحالی کو اپنے لیے محاصرہ بنا رکھا ہے، ہمارے کاروبار ہمیں دین اور تبلیغ دین کی طرف آنے ہی نہیں دیتے!!! کیا ہماری زندگی کا مقصد فقط کھانا پینا اور سونا جاگنا ہی رہ گیا ہے؟ تو پھر سوچنا چاہیے کہ ہمیں کون سا فرق جانوروں سے ممتاز کرتا ہے۔

میرے بھائی! ذرا سوچیں، اگر ہم کسی تقریب یا شادی کے لیے ایک دو دن کاروبار سے دور رہ سکتے ہیں تو تبلیغ دین کے لیے کچھ وقت کیوں نہیں نکال سکتے؟ یہ اسی صورت میں ممکن ہوسکتا جب اس کے لیے کوشش کریں گے ورنہ بغیر سفر کے منزل طے نہیں ہوتی۔ اگر برائی کو روکنے کی کوشش نہ کی جائے تو سب اس گناہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اور عذاب بھی بلا تخصیص برابر ہی ملتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ''جس قوم میں گناہ ہوتے ہوں اور نیک لوگ بدلنے پر قادر ہوں پھر بھی نہ بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل سب پر عذاب بھیجے''۔ (ابوداؤد)

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ
يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (سورۃ توبہ آیت ۷۱)

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مومنوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، اب جو نیکی کا حکم دینا بند کردے وہ اس تعریف میں

شامل نہیں ہے۔

خالق دو جہاں سُبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشادِ اقدس ہے:

وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ○

''**ترجمہ**: اور اُس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہے جو اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔'' (پارہ ۲۴ رکوع ۱۹)

اِس آیت مقدسہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے مسلمان کی بات کو عمدہ قرار دیا ہے جو نیکی کی دعوت دیتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّ قُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ○ (پارہ ۲۸، ع ۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

میرے بھائی! غور کیجئے، ہم اپنے بچے کی پیدائش کے لیے منصوبہ سازی کرتے ہیں کہ کس جگہ ہو پھر اُس کی خوراک کے لیے منصوبہ بندی کرتے ہیں، پھر اُس کی تعلیم کے لیے منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ سکول کیسا ہو، اُستاد کون سا ہونا چاہیے، جب وہ تعلیم حاصل کر لیتا ہے تو اُس کی شادی کے لیے منصوبہ سازی کرتے ہیں لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے، میرے بھائی! ہم اپنے بچوں کی موت کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کرتے، وہ حقیقت جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، کسی کی پیدائش میں شک ہو سکتا ہے لیکن جو پیدا ہوا ہے اُسے یقیناً اور ہر

حال میں مرنا ہے، لہذا میرے بھائی! ہمیں اپنے بچوں کی موت کی منصوبہ بندی بھی کرنی چاہیے کہ اس کی موت کیسی ہو، اِس کی قبر کیسی ہو، مرنے کے بعد اِس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے، یہ آیتِ کریمہ ہمیں یہی پیغام دے رہی ہے کہ اپنے گھر والوں کو تلقین ونصیحت کرو اور بچاؤ اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَا جِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا ۝ (پارہ۵،ع۱۱)

ترجمہ: جو اپنے گھر سے نکلا، اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت کرتا، پھر موت نے اُسے آلیا، تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

میرے بھائیو! اِس آیتِ کریمہ میں ہجرت کرنے والے کی فضیلت بیان کی گئی ہے آج ہم دنیا نوکریوں اور کاروبار کے سلسلے میں اکثر ہجرت کر جاتے ہیں لیکن کبھی کسی نے دین کے لیے ہجرت کی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارا ضمیر اِس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہے، اگر بدقسمتی سے ایسا ہے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے اور دین کے لیے کوشش ضرور کرنی چاہیے، تاکہ ہم بارگاہِ خداوندی میں سرخرو ہوسکیں۔

وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ط (پارہ۲۱،ع۱۱)

ترجمہ: اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو

افتاد() تجھ پر پڑے اس پر صبر کر۔

☆

صاحبِ تنبیہ الغافلین، شیخ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بھلائی کے پھیلنے کا اور برائی کو روکنے کا ذریعہ ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو برائی کے پھیلنے کا اور بھلائی میں رکاوٹ کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ سو مبارک ہے اُن لوگوں کے لیے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خیر کے پھیلنے کا ذریعہ بنایا اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو برائی پھیلنے کا سبب ہو گئے۔

عزیز بھائیو! آج کے اس دورِ پرفتن میں مسلمان اپنی اصلیت اور عظمتِ رفتہ کو بھول کر اغیار کی پیروی میں گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں۔ افسوس صد افسوس! مسلمان اپنے بزرگوں کے عقائد سے پھر چکے ہیں، مسلمان کو پہچاننا بہت مشکل جبکہ یہود اور کفار کو پہچاننا آسان ہو چکا ہے کیونکہ مسلمان اسلامی وضع ترک کر کے کفار و یہود کی پیروی میں فخر محسوس کرنے لگ گئے ہیں۔ لہٰذا غفلت کی نیند سونے والوں کو جگا دیجئے کیونکہ کیمیائے سعادت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم دیا: ''فلاں شہر کو تباہ کر دو۔ فرشتے نے عرض کیا کہ الٰہی! فلاں شخص جس نے کبھی ایک لمحہ بھی گناہ نہیں کیا ہے، اِسی شہر میں موجود ہے، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور ایسا ہی کرو کہ اس شخص نے کبھی دوسروں کے گناہوں پر ناگواری کا اظہار نہیں کیا تھا۔ (یعنی نیکی کی دعوت اور برائی سے

روکنے کا کام نہیں کرتا تھا)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں سے کوئی خلافِ شرع امر دیکھے اس کو ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اسکی طاقت بھی نہ رکھتا ہو دل سے بُرا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

(مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 478)

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ایک حدیث پاک نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''قیامت کے دن ایک شخص اپنے پڑوسی کے خلاف بارگاہ خداوندی میں دعویٰ کرے گا، یا اللہ! دنیا میں یہ میرا پڑوسی تھا اور اس نے میرے ساتھ خیانت کی، دوسرا شخص جواب میں عرض کرے گا، اے اللہ! تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! میں نے کبھی اس کے مال یا اس کے اہل میں خیانت نہیں کی۔ مدعی (دعویٰ کرنے والا) عرض کرے گا، یہ تو ٹھیک ہے کہ اس نے میرے مال اور اہل کے بارے میں کوئی خیانت نہیں کی، لیکن یہ مجھے گناہوں اور برائیوں میں مبتلا دیکھتا تھا مگر پھر بھی مجھے برائیوں سے بچنے کی تلقین نہیں کرتا تھا، تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العالمین سبحانہ وتعالیٰ اسی جرم کی سزا میں اُس کو بھی عذاب دیں گے۔

حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا، اگر ایسا نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسا حاکم مقرر کردے گا جو تمہارے بزرگوں کا احترام نہیں کرے گا، تمہارے بچوں پر رحم نہیں کرے گا، تمہارے بڑے بلائیں گے مگر ان کی بات نہیں مانی جائے گی،

وہ مدد طلب کریں گے لیکن ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور بخشش طلب کریں گے مگر انہیں نہیں بخشا جائے گا۔ (مکاشفۃ القلوب، از امام غزالی)

☆

حضرت امام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''کیمیائے سعادت'' میں نقل فرماتے ہیں:

''سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس قوم میں گناہ کا رواج ہو جائے اور لوگ اس کا برا نہ منائیں تو اللہ تعالیٰ جلد ہی عذاب نازل کرتا ہے جس میں سبھی مبتلا ہو جاتے ہیں اور ارشاد فرمایا کہ جہاد کے مقابلہ میں تمہارے نیک کام ایسے ہیں جیسا بڑے دریا کا ایک قطرہ جبکہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں جہاد کی مثال ایسے ہے جیسے دریا میں ایک قطرہ! (صفحہ ۳۰۶ مطبوعہ لاہور)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جس کسی نے اپنے بھائی کو اعلانیہ نصیحت کی اس نے اُسے رسوا کیا اور جس کسی نے چپکے سے نصیحت کی تو اُس نے اُسے زینت بخشی'' (تنبیہ الغافلین)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم کرو گے اور بُرائی سے روکو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کرے گا پھر تم دعا مانگو گے اور وہ قبول نہ ہوگی۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 479)

حضرت عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے جو شخص وہاں موجود ہوتا ہے اگر وہ اس کو بُرا سمجھتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں سے غائب ہے اور جو غائب ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں حاضر ہے۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 479)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے نفسوں کو لازم پکڑو، تم کو وہ شخص نقصان نہیں پہنچاتا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پر ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے لوگ جب خلافِ شرع کام دیکھیں اور اس کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل کر دے۔

(روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور ترمذی نے)

ابوداؤد شریف کی ایک روایت ہے، جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اُس کا ہاتھ نہ پکڑیں، قریب ہے اللہ تعالیٰ اپنا عام عذاب ان پر نازل کر دے ایک دوسری روایت میں ہے کوئی ایسی قوم جس میں گناہ کیے جاتے ہیں پھر وہ ان کے روکنے پر قدر ہیں لیکن وہ روکتے نہیں قریب ہے کہ عام عذاب ان پر نازل ہو ایک دوسری روایت میں ہے کوئی قوم نہیں جس میں گناہ کیے جاتے ہیں حالانکہ وہ زیادہ ہوں ان لوگوں سے جو گناہ کرتے ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 480)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے کوئی شخص کسی ایسی قوم میں نہیں ہوتا، جس میں گناہ کیے جاتے ہیں، وہ قدرت رکھتے ہیں کہ اس سے روکیں پھر وہ نہیں روکتے

تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 480)

حضرت عدی بن عدی کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہمارے ایک آزاد کردہ غلام نے ہمیں بیان کیا کہ اس نے ہمارے دادا سے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل سے سب لوگوں کو عذاب نہیں کرے گا یہاں تک کہ خلافِ شرع امور اپنے درمیان دیکھیں اور وہ روکنے پر قدرت رکھتے ہیں پھر نہ روکیں جب وہ ایسا کریں گے اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب لوگوں کو عذاب کرے گا۔

(شرح السنہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 482)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بنو اسرائیل گناہوں میں گرفتار ہو گئے تو اُن کے علماء نے ان کو روکا، جب وہ نہ رکے تو اُن کی مجلسوں میں ہمنشینی اختیار کر لی اور اُن کے ساتھ مل کر کھانے اور پینے لگے، اللہ تعالیٰ نے بعض کے دل بعض سے ملا دیئے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اُن پر لعنت کی یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 482)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اخیر زمانہ میں میری امت کو ان کے بادشاہ کی طرف سے سختیاں پہنچیں گی، ان سے وہ شخص نجات پائے گا جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو جانا اور اپنے ہاتھ، دل اور اپنی زبان کے ساتھ جہاد کیا، یہ وہ شخص ہے جس کے لیے کمال ثواب ہے اور ایک وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہچانا

اوراس کی تصدیق کی اور وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہچانا اوراس پر خاموش رہا، مگر دیکھتا ہے جوکوئی نیک کام کرتا ہے اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے اوراگر دیکھتا ہے کہ برا کام کرتا ہے اس کی وجہ سے اس سے بغض رکھتا ہے، یہ وہ شخص ہے جوخیر کی محبت اور باطل کے بغض کو چھپانے کی وجہ سے نجات پا جائے گا۔(مشکوٰۃ شریف مترجم جلددوم صفحہ نمبر 483)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے، نیکی اور بدی قیامت کے دن لوگوں کے لیے کھڑی کی جائیں گی۔ نیکی خوشخبری دے گی، نیکی کرنے والے کواور بھلائی کا وعدہ دے گی اور برائی، برائی کرنے والے کو کہے گی، دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤاور وہ طاقت نہیں رکھیں گے مگر ساتھ چمٹ جانے کی۔

(احمد،بیہقی نے شعب الایمان میں، مشکوٰۃ شریف مترجم جلددوم صفحہ نمبر 484)

میرے بھائی! یہاں اس بات کا بے حد خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ جب ہم خود کسی کوتبلیغ کریں تواپنے آپ کوبھی اُس پرعمل کرنے کے لیے تیار کریں اور ہرگز ایسا نہ کریں کہ دوسروں کوکسی برائی سے منع کریں مگر خود اُس گناہ کی دلدل میں اُترتے جائیں، ہمیں اللہ کریم عزوجل کی پناہ مانگنی چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میں نے بہت سے آدمی دیکھے جو آگ کی قینچیوں سے اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے، میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ آپکی امت کے خطیب ہیں، لوگوں کونیکی کا حکم دیتے تھےاوراپنی جانوں کو

بھلا دیتے تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپکی امت کے خطیب ہیں جو کہتے ہیں اُس پر خود عمل نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

(بیہقی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 483)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی، وہ پھرے گا جس طرح گدھا آٹے کی چکی کے گرد گھومتا ہے، دوزخ والے اس پر جمع ہوں گے اور کہیں گے اے فلاں شخص وہ کہے گا، ہاں میں تم کو نیکی کا حکم کرتا تھا اور خود نہ کرتا تھا اور بُرائی سے روکتا تھا اور خود نہ رُکتا تھا۔

(متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 479)

اولیاء اللہ کی تبلیغ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کا اندازِ تبلیغ نبی ء مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعلیم کردہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے تابعین، تبع تابعین اور اولیاء کو اُسی طریقے پر اندازِ تبلیغ عام کرنے کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے نیک اور برگزیدہ بندوں نے تبلیغ کا بعینہٖ وہی انداز اپنایا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تھا، چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ صوفیاء کا اندازِ تبلیغ ہمیشہ خوب اور کارگر ثابت ہوا۔

سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دن ملک مہدی زمان خان نامی شخص (جو ڈپٹی کمشنر تھا)

حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور (اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد حاصل کرنے کے لیے) مختلف مزارات پر حاضری دی لیکن روحانی پیاس ختم نہیں ہوئی۔ وظائف میں کبھی ناغہ ہو جاتا ہے، دعا فرمائیں کہ کبھی ناغہ نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا: کسی کام کے لیے جب کمشنر یا کوئی تمہارا بڑا افسر حکم دیتا ہے تو حکم کی تعمیل کرتے ہو یا اُسے دعا کے لیے کہتے ہو؟ افسوس اس وقت تو خود بخود عمل ہو جاتا ہے۔

☆

میرے بھائی! حکمت سے خالی تربیت کچھ اثر نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ علماء آیات و احادیث سنا کر بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر پاتے جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے برگزیدہ بندے صرف اشارہ کرتے ہیں اور عادات بدلتی، اشکال نکھرتی اور اعمال سنورتے جاتے ہیں۔ معروف بزرگ، حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ میں حکمت کا گوہر بدرجہ اولیٰ موجود تھا۔

محمد مہر الدین نامی ایک شخص، جوانی کے عالم میں سخت آزمائش میں مبتلا ہو گیا۔ عین ممکن تھا کہ وہ پھسل جاتا مگر خوش قسمتی سے حضرت کرماں والے کی خدمت میں حاضری کا خیال پیدا ہوا۔ خانقاہ میں پہنچا اور کافی دنوں تک وہاں قیام کیا۔ ایک دن ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک خادم اِسے بلا کر لے گیا، وہاں ایک بڑا کمرہ زیرِ تعمیر تھا اور اس پر گارڈر چڑھائے جا رہے تھے۔ ان گارڈروں پر زنگ سے بچاؤ کے لیے تارکول لگایا گیا تھا۔ اِس نے گارڈر کو کندھے کا سہارا دے کر اوپر اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا۔ سیڑھی سے نیچے اتر کر دیکھا تو قمیص پر تارکول لگ چکا تھا۔ دل میں افسوس پیدا ہوا کہ قمیص ضائع ہو گئی۔

ساتھیوں کے ساتھ جب باہر نکلنے لگا تو حضرت صاحب نے داغدار کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ''انسان کو جسم کے داغ سے بچنا چاہیے۔ کپڑے کے داغ معمولی ہوتے ہیں'' مہرالدین اس وقت دل و دماغ میں ایک انقلاب سا محسوس کررہا تھا، دوسرے دن گھر پہنچا تو حالات بدل چکے تھے اور حضرت نے نہ صرف باہر کے داغ دھو دیے بلکہ اندر کے داغ بھی صاف کردیے۔

کسی بے نماز کو ایک ، دو وقت کی نماز پڑھا دینا اگرچہ بہت زیادہ ثواب کا کام ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ ثواب کا کام یہ ہے کہ کسی کی سوچ اور فکر کو دنیاوی خواہشات سے ہٹا کر آخرت کی بہتری کی طرف لگا دیا جائے۔ اس مادی دنیا کے پیچھے دوڑتے ہوئے انسان کے اندر ایسی روح بیدار کردی جائے جو اسے اتنا آگے لے جائے کہ دنیا کو اس کے پیچھے دوڑنا پڑ جائے۔ عزت، شہرت اور مال و دولت حاصل کرنے کا جذبہ خدمتِ خلق کے جذبہ میں بدل جائے۔ حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ تبلیغ میں یہی خوبی تھی، آپ مقاصد کو بدلتے تھے۔ منزل بدلتی ہے تو راستے خود ہی بدل جاتے ہیں۔ باطن میں انقلاب آجائے تو ظاہر میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ کچھ لوگ آپ سے ملاقات کرکے واپس جاتے تو ادب کی وجہ سے پشت آپ کی طرف نہ کرتے اور الٹے قدموں واپس جاتے لیکن آپ انہیں سمجھاتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ کسی کا صحیح ادب یہ ہے کہ اس کی بات پر عمل کیا جائے۔

ایک دن حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند آدمی آئے اور سلام کرکے دوسری صف میں بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا ''بیلیو! کہاں سے آئے ہو اور کس غرض سے آئے ہو؟'' ایک

نے عرض کیا کہ ''ہم لاہور سے آئے ہیں اور ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ آدمی بہت بیمار ہے۔اس کے لیے دعا کروانے کی غرض سے آئے ہیں۔'' آپ نے کوئی دوا تجویز فرمادی اور کہا کہ جاؤ، اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرما دیں گے ۔ دوائی انہوں نے لکھ لی اور پھر پوچھا ''کوئی پرہیز ہو تو ارشاد فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا، حلال وحرام کی تمیز کیا کرو اور حرام سے پرہیز کرو۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے اور پھر پوچھا کہ کون سی چیزوں سے پرہیز کیا جائے ۔آپ نے فرمایا، حلال وحرام کی تمیز کیا کرو اور حرام سے پرہیز کرو۔ انہوں نے دوبارہ عرض کیا تو آپ نے انہیں فرمایا کہ حلال حرام کا ہی تو پرہیز ہے۔ (غالباً وہ حرام مال کھانے کے گناہ میں مبتلا تھے)

میرے بھائی! تبلیغ کا خوبصورت اور منفرد انداز یہی ہے کہ کوئی شخص ہدایت بھی پا جائے اور اُس کی عزتِ نفس بھی مجروح نہ ہو، اولیاء اللہ چونکہ اِس بات کا بخوبی خیال رکھتے ہیں، اِس لیے زیادہ تر کامیاب رہتے ہیں۔ ہمیں اُن کے اندازِ تبلیغ کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ ذکرِ الٰہی سبحانہ وتعالیٰ

اللہ کے ذکر میں جو سکون، خوشی، راحت، طمانیت اور اطمینان قلب پوشیدہ ہے، اُس کا اظہار قرآن مقدسہ نے یوں فرمایا ہے:

"اَلاَ بِذِکرِ اللّٰہِ تَطمَئِنُّ القُلُوبُ"

﴿سورۃ رعد؛ پارہ 13﴾

ترجمہ: خوب جان لو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

میرے بھائی! بے چینی اُس وقت ہوتی ہے جب ہر طرف اغیار ہوں، اپنوں میں ہر طرح سکون ہوتا ہے۔ چونکہ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے، ایک جسم دوسری روح، جسم کا تعلق مادیت سے ہے اور روح کا تعلق روحانیت کے ساتھ۔ لہٰذا جسم اپنوں میں رہ کر مطمئن ہے لیکن روح اغیار میں پھنس کر بے چین، چنانچہ قرآن پاک کی یہ آیت اِس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے کہ اگر روح و قلب کا چین درکار ہے، اگر سکون کے طالب ہو تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرو، ذکرِ الٰہی تمہیں اطمینان بخشے گا۔

قرآن پاک میں مختلف مقامات پر خالق کائنات نے ذکر کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کیا ہے، جن میں چند بیان کیے جاتے ہیں:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْالِيْ وَلَاتَكْفُرُوْنِ (سورۃ بقرہ:۱۵۲)

ترجمہ: تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

میرے بھائیو! اِس آیت کی صحیح تفسیر وہی ہستی کر سکتی ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ نے ذکر کیا گیا انعام عطا کیا ہو اور جسے ہمارا خالق و مالک، ہمارا اللہ، ربِ کائنات سبحانہٗ وتعالیٰ انعام واکرام سے نوازتا ہے، وہ دنیا کو رجوع الیٰ کا درس دینے لگتا ہے۔ ایسے ہی برگزیدہ بندوں میں سے ایک حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری، حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ذکرِ الٰہی کے اسرار، حقائق اور فضائل سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔ آپ کا طریقہ تھا کہ جب کسی کو خط لکھتے تو اُس میں ایک جملہ ''ذکرِ الٰہی ضروری! جیسے موت ضروری!'' تحریر فرماتے۔ اِس جملے کا مقصد مخاطب کو ذکرِ الٰہی کی دائمی افادیت اور حقیقت سے آگاہ کرنا تھا یعنی جس طرح موت میں کوئی شک نہیں اور اُس کا عدم تصور محال ہے، اِسی طرح ذکرِ الٰہی کے بغیر اللہ کریم جل شانہٗ تک رسائی ممکن نہیں، چنانچہ آپ نے رجوع الیٰ اللہ کا درس زبانی نہیں بلکہ عملی انداز میں اِس طرح پھیلایا کہ اپنے تمام بیلیوں (یعنی زیرِ تربیت لوگوں) کو ہر چیز قبلہ رُخ رکھنے کی ہدایت فرماتے۔ اِک عجیب منظر دیکھنے کے قابل ہوتا، ہر چیز کا رُخ قبلہ کی طرف ہونے کی وجہ سے شعوری اور لاشعوری طور پر انسان کے دل ودماغ اللہ کریم جل شانہٗ کی طرف راغب ہو جاتے اور وہی انسان جو کل تک گناہوں کے صحرا میں گم تھا آج اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کے ایک پیارے بندے کی بارگاہ میں آ کر قربِ خداوندی کے نخلستان میں پناہ گزیں ہو جاتا۔ آپ کے پاس رہنے والے پوشیدگی کے ساتھ اپنے دلوں میں اُس خالق و مالک، اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کو یاد کرتے اور منزلیں طے کرتے جاتے۔

میرے بھائی! حقیقت تو یہ ہے کہ کسی کی رہنمائی کے بغیر انسان چند قدم بھی نہیں چل سکتا اور جب کسی کی رہبری سایہ فگن ہو تو شیطان ذکرِ الٰہی میں مشغول بندے کو کسی بھی صورت میں بھٹکا نہیں سکتا، کیونکہ اِس بندے کو ایک ایسا دامن میسر ہے جو ذکرِ الٰہی سبحانہٗ وتعالیٰ کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا مقرب وخاص ہو چکا ہے، اِس حقیقت کی وضاحت بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث قدسی میں ہے: (حدیث قدسی ایسی حدیث ہوتی ہے جس میں مفہوم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ادا فرماتے ہیں)

(اللہ کریم جل شانہٗ فرماتا ہے) میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا اقرب تلاش کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اُسے دوست بنالیتا ہوں، پس جب میں اُسے دوست بنالیتا ہوں تو میں اُس کا کان ہوتا ہوں کہ اُس کے ساتھ سنتا ہے اور میں اُس کی آنکھ ہوتا ہوں کہ اُس کے ساتھ دیکھتا ہے اور میں اُس کا ہاتھ ہوتا ہوں کہ اُس کے ساتھ پکڑتا ہے اور اُس کا پاؤں ہوتا ہوں کہ اُس سے چلتا ہے، اگر یہ بندہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں اور اگر میرے ساتھ پناہ پکڑتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں۔ (بحوالہ: مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۴۹۱)

لہذا میرے بھائی! جو اِس بندے کے ساتھ محبت کرے اُسے اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا تقرب حاصل ہو جاتا ہے لیکن جو اللہ رب العالمین، سبحانہٗ وتعالیٰ کے مقرب اور برگزیدہ بندے کے ساتھ دشمنی رکھے تو اُس کے متعلق حدیث پاک میں اللہ کریم کی طرف سے یوں وعید اُتری ہے:

مَنْ عَادَلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُه‘ یعنی جو میرے ولی (یا دوست) کو

بِالْحَرْبِ (بخاری شریف تکلیف دے میں اُس کے لیے
بحوالہ: مشکوٰۃ شریف جلداول صفحہ۴۹۱) اعلان جنگ کرتا ہوں۔

☆

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَیں بندے کے گمان سے بھی زیادہ قریب ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے مَیں اُس کے پاس ہوتا ہوں، جب وہ مجھ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھ کو جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلداول صفحہ نمبر۴۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دونوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، جب کوئی قوم ذکر کے لیے بیٹھتی ہے تو اُن کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اُنہیں رحمت ڈھانک لیتی ہے، ان پر سکینہ اترتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کا ذکر اپنے اُن فرشتوں میں فرماتا ہے جو اُس کے قریب ہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف مترجم جلداول صفحہ نمبر۴۹۰)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے زندہ اور نہ یاد کرنے والے مردہ کی مانند ہیں۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلداول صفحہ نمبر۴۹۱)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا مَیں تمہیں تمہارے بہترین اعمال کی خبر نہ دوں اور جو تمہارے رب کے پاس بہت پاکیزہ ہے اور تمہارے درجات کو بلند کرنے والا ہے اور تمہارے

لیے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے، اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے جنگ کرو اور تم اُن کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہاں اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ضرور بتایئے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ (اس کو مالک، احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۴)

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، پوچھنے لگا: کون آدمی بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل نیک ہوں، اس کے لیے خوشی ہو، پوچھا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون سا عمل بہتر ہے؟ فرمایا: جب تجھ کو موت آئے اور تیری زبان اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے ذکر سے تر ہو۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تم بہشت کے باغ میں سے گزرو تو اُس کے میوے کھاؤ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: حضور! باغ بہشت کیا ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذکر الٰہی کے حلقے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص (ذکر الٰہی کی) مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا ذکر نہ کرے اس کا بیٹھنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خسارہ ہے، جو خواب گاہ میں لیٹے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر

افسوس اور خسارہ ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف مترجم جلداول صفحہ نمبر ۴۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسی قوم جو ایک مجلس میں کھڑے ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں، تو (اُن کی مثال یہ ہے کہ وہ) گدھے مردار کی مانند کھڑے ہیں اور اُن پر افسوس ہوگا۔(احمد اور ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف مترجم جلداول صفحہ نمبر ۴۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مجلس میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا ذکر نہیں کیا جاتا اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا جاتا ہے تو یہ مجلس حسرت والی ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اُن کو چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلداول صفحہ نمبر ۴۹۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی کلام اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہ کرو، اس لیے کہ کلام کا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی ہونا دل کی سختی کا سبب ہے، لوگوں کا اللہ تعالیٰ سے دور ہونا دل کی سختی کا سبب ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلداول صفحہ نمبر ۴۹۵)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِقَّةَ آیت نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، بعض صحابہ نے کہا: یہ آیت سونے چاندی کے بارہ میں نازل ہوئی، کاش کہ ہمیں معلوم ہو جائے کونسا مال بہتر ہے، فرمایا: بہترین مال اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والی زبان ہے اور شکر کرنے والا دل اور مسلمان کی بیوی اس کے ایمان پر مدد کرنے والی۔ (احمد، ترمذی، ابن

ماجہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۵)

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول، اسلام کے احکام مجھ پر بہت ہیں، آپ مجھ کو کسی ایسی بات کی خبر دیں جس پر میں بھروسا کرسکوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیری زبان خدا کی یاد سے ہمیشہ تر رہے۔

(ترمذی، ابن ماجہ، بحوالہ مشکوٰۃ مترجم جلد اول ص ۴۹۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان ابن آدم کے دل پر لگا ہوا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ دور ہو جاتا ہے اور جب (انسان ذکرِ الٰہی سے) غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۷)

حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے جیسے جہاد کرنے والا پیچھے بھاگنے والوں میں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا خشک درخت بھی سبز ٹہنی کی مانند ہے۔ ایک روایت میں ہے سبز درخت، خشک درختوں میں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا غافلوں میں اندھیرے والے گھر میں چراغ کی مانند ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس کی جنت میں جو جگہ ہے وہ زندگی میں دکھلاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کے گناہ آدم کے بیٹوں اور جانوروں کی گنتی کے برابر بخش دیئے جاتے ہیں۔

(رزین، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے بندے کا

کوئی عمل ایسا نہیں جو اس کو خدا کے عذاب سے نجات دے سوائے اللہ رب العالمین جل شانہٗ کے ذکر جیسا۔

(مالک، ترمذی اور ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جب اپنے دونوں ہونٹوں کو حرکت دیتا ہے۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں: ہر چیز کے لیے ایک صفائی ہے اور دلوں کی صفائی خدا کی یاد میں ہے، کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بہت نجات دے، سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کے ذکر سے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: کیا جہاد بھی اس کے مقابل کا نہیں؟ فرمایا، ہاں جہاد بھی نہیں بلکہ یہاں تک کہ تو اپنی تلوار (لڑائی کرتے ہوئے) توڑے، (تب بھی) یہ کم ہے۔

(بیہقی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ علم و عمل

طلوع اسلام سے قبل جہالت کی تاریکی نے عرب کے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، گمراہی کی زیادہ تر بیماریاں مثلاً بت پرستی، شراب نوشی، قتل و غارت اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا وغیرہ اِسی تاریکی کے باعث تھیں۔ طلوع اسلام سے نہ صرف جہالت کا خاتمہ ہوا بلکہ تمام بیماریوں کا تدارک بھی ہوگیا۔

میرے بھائیو! علم، اللہ تبارک تعالیٰ جل شانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اِس کی فضیلت اور بلند و بالا عظمت کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ اسلام کا پہلا پیغام، پہلی وحی اور پہلی ہدایت علم کی عظمت، اہمیت اور افادیت کے بارے میں نازل کی گئی:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ

پڑھیے! اپنے پروردگار کے نام سے، جس نے پیدا کیا

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت سے علم کی فضیلت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے، اس لیے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم کے علاوہ کسی دوسری چیز میں زیادتی

کے طلب کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔(احمد بن حجر عسقلانی، امام: فتح لباری شرح صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ 130)

میرے بھائی! اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنی پوری سیرتِ طیبہ میں ہر منزل اور مقام پر علم کی فضیلت و اہمیت کو اجاگر کیا۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے خود طلبِ علم کی رغبت دی، ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا

اور تم عرض کرواے میرے رب! مجھے علم زیادہ دے۔

پھر غزوہ بدر کے نتیجہ میں قیدی بنائے جانے والے کافروں کے لیے حضور ﷺ نے مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کا فدیہ مقرر فرما کر مزید ترقی علم کی تحریک کو عروج کی طرف گامزن کیا۔علاوہ ازیں ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے مسجد نبوی شریف کے ایک حصہ میں ''صفہ'' کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جسے اقامتی درسگاہ کہا جا سکتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اَلْعِلْمُ حَيَاةُ الْاِسْلَامِ وَعِمَادُ الدِّيْنِ

ترجمہ:علم اسلام کی زندگی اور دین کا ستون ہے

(علی متقی، امام: کنز العمال، جلد اول 10، صفحہ 76)

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَلْعِلْمُ خَيْر'' مِّنَ الْعِبَادَةِ

ترجمہ:علم عبادت سے بہتر ہے۔

(علی متقی، امام: کنز العمال، جلد 10۔ صفحہ 76)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا:

تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ خَيْر'' مِّنْ اِحْيَائِهَا

ترجمہ :رات میں ایک گھڑی علم کا پڑھنا پوری رات جاگنے سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ 36)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَلِمَةُ حِكْمَةٍ يَسْمَعُهَاالرَّجُلُ خَيْر'' لَّه' مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ وَالْجُلُوْسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِا لْعِلْمِ خَيْر''مِّنْ عِتْقِ رَقَبَةٍ یعنی حکمت وشریعت کی ایک بات کا سننا سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے اورعلم دین کی گفتگو کرنے والوں کے پاس ایک گھڑی بیٹھنا غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ سبحان اللہ! میرے بھائیو، آج ہماری زیادہ توجہ علم دنیا کی طرف مائل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم علم دین بھی حاصل کریں تو نہ صرف مقبول بارگاہِ خداوندی ہو جائیں بلکہ دنیا میں بھی کامیاب وکامران ٹھہریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ

ترجمہ : جو علم کی تلاش میں نکلا تو وہ واپسی تک اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہے۔(مشکوٰۃ مترجم، جلداول، صفحہ ۶۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هَلُ تَدُرُوُنَ مَنُ اَجُوَدُ جُنُوُدًا قَالُوُا اللّٰهُ وَرَسُوُلُه، اَعُلَمُ قَالَ اللّٰهُ اَجُوَدُ جُوُدًا ثُمَّ اَنَا اَجُوَدُ بَنِیُ اٰدَمَ وَاَجُوَدُهُمُ مِّنُ بَعُدِیُ رَجُلٌ عَلِمَ عِلُمًا فَنَشَرَه، يَاتِیُ يَومَالُقِيَامَةِ اَمِيُرًا وَّحدَه، اَوُقَالَ اُمَّةً وَّاحِدَةً

ترجمہ: کیا تم لوگ جانتے ہو سب سے بڑا سخی کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اللہ (جل شانہٗ) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زیادہ جاننے والے ہیں۔ فرمایا: سب سے بڑا اجواد اللہ ہے پھر انسانوں میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے جس نے علم دین حاصل کیا تو اس کو پھیلایا وہ اکیلا امیر ہو کر آئے گا یا جماعت کی حیثیت سے۔ (مشکوٰۃ مترجم، جلد اول، ص ۷۳)

حضرت سنجرہ ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنُ طَلَبَ الُعِلُمَ كَانَ كَفَّارَةً لِّمَا مَضٰی

ترجمہ: جس نے علم حاصل کیا تو یہ علم کا حاصل کرنا اس کے گذرے ہوئے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔

محترم بھائیو! اس حدیث شریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ طالب علم جو چاہے، کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم دین حاصل کرنے سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اچھی نیت سے علم حاصل کرنا اس کے سابقہ گناہوں کی معافی کا وسیلہ ہو گا۔

☆

تفسیر کبیر میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے کہ وحی آئی، یہ شخص جو آپ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے، اِس کی عمر صرف ایک ساعت باقی رہ گئی ہے، عصر کا وقت تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس صحابی رضی اللہ عنہ کو اِس بات سے آگاہ کیا تو وہ بے قرار ہو گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے اِس وقت کون سا عمل کرنا بہتر ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِشْتَغِلْ بِالتَّعَلُّم یعنی علم حاصل کرنے میں مشغول ہو جاؤ تو وہ علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور مغرب سے پہلے اُن کا انتقال ہو گیا۔ (تفسیر کبیر)

عزیز بھائیو! یہاں راوی فرماتے ہیں کہ اگر اُس وقت کوئی اور عمل کرنا زیادہ بہتر ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے وہی عمل کرنے کا حکم فرماتے لیکن علم کے حصول کا حکم اِس بات کا اظہار ہے کہ علم حاصل کرنے کی فضیلت تمام اعمال پر سبقت لے گئی ہے۔

ریا کاری کی سزا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے پہلے قیامت کے دن جس کا فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہے تو اُسے حاضر کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کرائے گا تو وہ اقرار کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اس کے شکریہ میں کونسا کام کیا؟ عرض کرے گا تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے لڑائی کی تھی کہ تجھے بہادر کہا جائے چنانچہ تجھ کو بہادر

کہا گیا، پھر حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا اور وہ شخص جس نے علم حاصل کیا، اس کو سکھایا اور قرآن پڑھا، اس کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ عزوجل اُس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا تو وہ یاد کرے گا، اللہ فرمائے گا تو نے ان کے شکریے میں کیا کام کیا؟ عرض کرے گا، علم سیکھا اور سکھایا اور تیرے لئے قرآن پڑھا، اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے، تو نے علم اس لئے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے تو وہ کہہ لیا گیا۔ پھر حکم ہوگا اور اِسے منہ کے بل کھینچا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ شخص جسے خدا نے وسعت دی اور ہر طرح کا مال دیا، اُسے حاضر کیا جائے گا، اللہ اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کرائے گا، وہ اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان کے شکریے میں کونسا کام کیا؟ عرض کرے گا میں نے کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا، جس میں خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے اور تیری خوشنودی کے لیے اس میں خرچ نہ کیا ہو، اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا کہ تجھے سخی کہا جائے اور وہ کہہ لیا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اُس کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ مترجم، جلد اول، صفحہ ۶۴)

میرے بھائی! ریاکاری بہت بڑا گناہ ہے اور ایسے شخص سے بڑا مفلس اور محروم کون ہوگا جس نے بڑی نیکیاں کیں لیکن اُس نے ریاکاری یعنی دکھلاوے اور لوگوں کی دل آزاری کی وجہ سے تمام نیکیاں ضائع کر لیں اور آخرکار سزا کا مستحق ٹھہرا، لہٰذا ہمیں ریاکاری سے بچنے کے لیے ہر وقت کوشش کرنی چاہیے اور ہر عمل کا بغور جائزہ لینا چاہیے۔

☆

علم کی فضیلت بے انتہا زیادہ ہے لیکن اِس کا فائدہ اُسی صورت میں ہوتا ہے جب اس پر عمل بھی کیا جائے اور اگر عمل نہ کیا جائے تو سخت سزا ملنے کی وعید آئی ہے۔ عہدِ حاضر میں ناکامی کی سب سے بڑی وجہ عمل سے دوری ہے۔

☆

اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا ہر کام اس طرح ہو کہ اس سے معلوم ہو کہ یہ مومن کا کام ہے اور مومن و غیر مومن کا فرق صاف ظاہر ہو جائے۔ حتیٰ کہ اگر ایک مومن کسی کے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹائے تو اس عمل سے بھی اندازہ ہو جائے کہ یہ ایک ایسا فرد ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور اپنے ہر عمل میں اس کے احکام کا خیال رکھتا ہے۔ ایک مومن کا ہر عمل اس کے ایمان کا مظہر اور عکس ہوتا ہے اور ایک کافر کا عمل اس کے کفر کا آئینہ۔

☆

آیئے! رسول اللہ ﷺ کی نورانی احادیث سے رہنمائی لیتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کامیابی کا زینہ ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسے فتنوں سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، نیک اعمال میں جلدی کر لو، ایک شخص صبح مومن ہوگا، شام کو کافر ہو جائے گا، شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا، اپنے دین کو دنیا کے سامان کے بدلے میں بیچ ڈالے گا۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ ۹)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز

ادا کرنے کے لیے نکلے، لوگوں کو دیکھا کہ ہنس رہے ہیں، فرمایا: اگر تم لذتوں کو کاٹنے والی موت کا زیادہ ذکر کرو تو وہ تمہیں اس چیز سے باز رکھے جس کو میں دیکھ رہا ہوں، لذتوں کو کاٹنے والی موت کا زیادہ ذکر کرو، قبر پر کوئی دن نہیں آتا مگر وہ بولتی ہے، کہتی ہے میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں خاک کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، جس وقت مومن بندے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے قبر اس کو خوش آمدید کہتی ہے اور کہتی ہے تو میری طرف ان سب لوگوں سے بڑھ کر پیارا تھا جو میری پشت پر چلتے ہیں جبکہ آج میں تم پر حاکم بنائی گئی ہوں اور تو میری طرف مجبور کر دیا گیا ہے تو دیکھے گا میں تیرے ساتھ کیسا نیک سلوک کرتی ہوں قبر حدِ نگاہ تک اس کے لیے فراخ ہو جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ اس کی طرف کھول دیا جاتا ہے جس وقت ایک فاجر یا کافر آدمی قبر میں دفن کیا جاتا ہے، قبر اُسے کہتی ہے، تو نہ فراخ مکان میں آیا ہے اور نہ اپنی جگہ میں، خبردار میرے نزدیک تو ان سب لوگوں سے مبغوض تھا جو میری پشت پر چلتے ہیں جبکہ آج میں تجھ پر حاکم بنا دی گئی ہوں اور تو میری طرف مجبور کر دیا گیا ہے تو دیکھے گا میں تیرے ساتھ کیسا بُرا سلوک کرتی ہوں یہ کہہ کر وہ مل جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں مختلف ہو جاتی ہیں۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور بعض انگلیوں کو بعض میں داخل کیا، آپ نے فرمایا: ستر (70) اژدہے اس کے لیے مقرر کر دیئے جاتے ہیں، اگر ایک سانپ زمین میں پھونک مار دے تو زمین پر کچھ نہ اُگے، وہ اس کو نوچتے اور کاٹتے ہیں یہاں تک کہ اس کو حساب تک پہنچایا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ

ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 526)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے نو چیزوں کا حکم دیا ہے، ۱۔ ظاہر اور پوشیدگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، ۲۔ حالتِ غصہ اور رضا میں سچی بات کہنا، ۳۔ فقر اور غِنا میں میانہ روی اختیار کرنا ۴۔ اور یہ کہ جو میرے ساتھ قطع رحمی کرے میں صلہ رحمی کروں ۵۔ جو مجھ کو محروم کرے میں اس کو دوں ۶۔ جو مجھ پر ظلم کرے میں اس سے درگزر کروں ۷۔ میرا چپ رہنا فکر ہو، میرا بولنا ذکر ہو ۹۔ میری نظر عبرت ہو اور میں نیکی کا حکم کروں۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 527)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم پہلے لوگوں کے طریقہ کی پیروی کرو گے جیسے بالشت، بالشت کے ساتھ اور ہاتھ، ہاتھ کے ساتھ برابر ہے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں بیٹھے ہوں گے (تو) تم (بھی) ان کی پیروی کرو گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! وہ یہود و نصاریٰ ہیں، فرمایا اور کون ہیں؟

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 528)

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نیک لوگ اول پس اول جاتے رہیں گے اور فاسق لوگ جَو یا کھجور کے بھوسے کی مانند باقی رہ جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔

(بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 528)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میری امت متکبرانہ چال کے ساتھ چلنے لگے اور فارس وروم کے بادشاہوں کے بیٹے ان کی خدمت کرنے لگیں، اللہ تعالیٰ امت کے شریر لوگوں کو نیک لوگوں پر مسلط کر دے گا۔ (ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 528)

حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی ، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے ، ان پر پیوند لگی ہوئی ایک چادر تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو رو پڑے اور ان کی وہ حالت یاد آ گئی جس نازونعمت میں وہ تھے اور اس وقت ان کی حالت کیسے ہے! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی، جبکہ تم میں سے ایک ایک جوڑا صبح پہنے گا اور ایک جوڑا شام کو پہنے گا، کھانے کا ایک خوان اس کے سامنے رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں کو اس طرح ڈھانکو گے جس طرح کعبہ کو ڈھانکتے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہم اس دن، آج کے دن سے بہتر ہوں گے، عبادت کے لیے ہم فارغ ہوں گے اور محنت سے ہم کفایت کیے جائیں گے، فرمایا: نہیں تم اس دن کی نسبت آج بہتر ہو۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 529)

☆

حضرت انس رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آگ سے اس کو نکالو جس نے مجھ کو ایک دن یاد کیا ہے یا کسی جگہ مجھ سے ڈرا ہے۔

(ترمذی وبیہقی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 525)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا اس میں اپنے دین پر صبر کرنے والا مٹھی میں انگارے کو پکڑنے والا ہے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 529)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تمہارے امیر نیک تمہارے غنی سخی اور تمہارے امور باہمی مشورہ کے ساتھ ہوں اس وقت زمین کی پشت تمہارے لیے زمین کے پیٹ سے بہتر ہے اور جس وقت تمہارے امیر بد تمہارے سخی بخیل اور تمہارے کام عورتوں کی طرف سپرد ہوں اس وقت زمین کا پیٹ تمہارے لیے اس کی پشت سے بہتر ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 530)

☆

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ کفر کے گروہ تم پر جمع ہو کر تمہارے ساتھ لڑنے کے لیے ایک دوسرے کو بلائیں جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالہ کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، ایک کہنے والے نے کہا: کیا اُن کا غالب آنا ہماری قلتِ

تعداد کی بنا پر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تم اس دن بہت زیادہ ہو گے لیکن تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں سستی ڈال دے گا، کسی کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سستی کا سبب کیا ہوگا؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کو برا سمجھنا۔

(ابوداؤد فی شعب الایمان، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 530)

☆

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب غنیمت میں خیانت کرنا کسی قوم میں ظاہر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں کا رعب اُن کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور جب کسی قوم میں زنا پھیلتا ہے تو اُن میں موت بہت ہوتی ہے، جب کوئی قوم ماپ اور تول میں کمی کرتی ہے تو اُن سے رزق موقوف کیا جاتا ہے اور کوئی قوم ناحق فیصلہ کرتی ہے تو اُن میں خونریزی پھیلتی ہے اور جب کوئی قوم عہد توڑتی ہے تو اُن پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔

(مالک، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ نمبر 530)

☆

نماز مومن کی معراج اور قربِ خداوندی کا بہت بڑا ذریعہ ہے، یہ ایسا عمل ہے جس کی تاکید قرآن مبارکہ میں سینکڑوں مرتبہ کی گئی ہے چنانچہ بلا عذر جماعت چھوڑنے والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، امام بخاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کے لیے اذان کہنے کا حکم دوں، پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ امامت کرے اس کے بعد انہیں چھوڑ کر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں اور ان کے گھروں کو جلا ڈالوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ان لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ (مسجد میں با جماعت نماز پڑھنے سے) گوشت ملے گا تو ضرور عشاء میں شامل ہوتے۔ (کتاب الآذان)

میرے بھائیو! آپ نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ، رحمتہ للعالمین ہو کر بھی جماعت میں شامل نہ ہونے والوں کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرما رہے ہیں تو درحقیقت اِس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ دیکھ رہے ہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ہمارے لیے اتنا زیادہ فائدہ ہے کہ اگر اُس سے روگردانی کی سزا میں گھروں کو جلا بھی دیا جائے تو نقصان کی بات نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ محبتِ رسول ﷺ

ایمان ، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعظیم، محبت اور اطاعت کا نام ہے۔ اگر کسی شخص کا دل اِس دولت سے خالی ہے تو وہ مومن نہیں ہوسکتا، اِس سلسلے میں فرمانِ خداوندی عزوجل ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ O

ترجمہ : آپ فرمادیجئے! اگرتمہارے باپ اورتمہارے بیٹے اورتمہارے بھائی اورتمہاری عورتیں اورتمہارا کنبہ اورتمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اورتمہاری پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اوراس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کوراہ نہیں دیتا۔

میرے بھائی! ذراغور کیجئے! اِس آیتِ کریمہ میں باقاعدہ نام

لے کر تمام رشتوں اور اموال کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی اللہ اور اُس کے رسول اکرم ﷺ کی محبت دنیا کی ہر چیز سے بالاتر ہونی چاہیے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العالمین سُبحانَهُ وتعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ“

ترجمہ : ”(اپنے غلاموں سے) فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

مختصراً اِس آیت کا شانِ نزول حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق یہ ہے کہ ”کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔“

میرے بھائی! اس آیت کریمہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے لیکن اگر کوئی نبی مکرم ﷺ کی پیروی کے بغیر اللہ سے محبت کا دعویٰ کرے تو اُس کی محبت قابل قبول نہیں۔ دوسرا یہ کہ کیا محض پیروی کو آپ کی اتباع کا نام دیا جائے یا نہیں؟ تو اِس کے متعلق ہم قرآن سے رہنمائی لیتے ہیں، قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ محض پیروی نہیں بلکہ دل و جان سے رسول اللہ ﷺ کو نہ صرف تسلیم کرنا ہوگا بلکہ محبت و تعظیم کا جذبہ بھی موجود ہو، اِس کی وضاحت سورۃ المنافقون میں موجود ہے کہ بظاہر تمام اعمال میں رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرنے والوں کے ایمان کی نفی کر دی گئی:

ترجمہ :”جب منافق آپ (ﷺ) کے حضور حاضر

ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک حضور، اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا اور اللہ کی راہ سے روکا۔ بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہو گئے تو اُن کے دلوں پر مہر (ثبت) کر دی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔" ﴿سورۃ المنافقون؛ آیت 3-1﴾

محترم بھائیو! رسول اکرم ﷺ کی محبت عین ایمان ہے، خود سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین یعنی تم میں سے اُس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے، اُس کی اولاد، اُس کے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" (البخاری، کتاب الایمان)

میرے بھائیو! رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کی آپ ﷺ سے محبت، تعظیم، توقیر، ادب، اطاعت اور حکم کی بجا آوری، خیر خواہی، حضور کے دوستوں سے محبت، دشمنوں سے نفرت، آپ کی سنتِ پاک کی تعظیم اور اُس کا دفاع، حضور کے اخلاق اور عطا کردہ تعلیمات پر عمل اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا اور اِس میں کوئی دوسرا شامل نہیں ہو سکتا تھا۔

☆

میرے بھائی! صحابہ کرام کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیسی والہانہ عقیدت و محبت تھی، اِس کے متعلق راویانِ حدیث بیان کرتے ہیں کہ صلح

حدیبیہ کے موقعہ پر سردارانِ قریش نے عُروہ نام کے ایک جہاندیدہ شخص کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر وادیٔ حدیبیہ میں بھیجا۔

اس نے ہر رخ سے حضور ﷺ کے لشکر کا جائزہ لیا، قدم قدم پر صحابہ کرام کی جان نثاری اور والہانہ جذبۂ وارفتگی کے بھی اس نے مناظر دیکھے۔ جب وہ واپس لوٹ کر مکہ گیا تو سردارانِ قریش کے سامنے جن الفاظ میں اس نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اس نے کہا:

"اے میری قوم! قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی کہ میں نے اپنی زندگی میں بہت سے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ قیصر و کسریٰ جیسے سطوت و جبروت والے سلاطین کی پیش گاہوں میں بھی گیا ہوں، لیکن:

واللہ ان رأیت ملیکاً قط یعظمه' اصحابه ما یعظم اصحاب محمد محمداً	اللہ کی قسم! جس والہانہ محبت کے ساتھ محمد ﷺ کے اصحاب اُن کی تعظیم کرتے ہیں اس کی مثال میں نے کسی بادشاہ کے دربار میں نہیں دیکھی۔
فواللہ ما تنخم رسول اللہ نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فدلک بها وجهه وجلده'	خدا کی قسم! جب وہ اپنی ناک صاف کرتے ہیں تو ان کے اصحاب اُسے اپنی ہتھیلیوں پر لے لیتے ہیں اور اسے اپنے جسم اور منہ پر ملتے ہیں۔
و اذا امرهم ابتدروا امره	اور جب وہ کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کے لئے ہر شخص ایک دوسرے پر سبقت کرتا ہے۔

و اذا توضأ کا دوا یقتلون علی وضوئه	اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو اعضائے وضو سے جو پانی ٹپکتا ہے اسے حاصل کرنے کے لئے صحابہ اس طرح ایک دوسرے پر گرتے ہیں کہ جیسے جنگ و جدال کی نوبت آ جائے گی۔
و اذا تکلموا خفضوا اصواتهم عنده	گفتگو کے وقت آپ ﷺ کے پاس آواز کو پست رکھتے ہیں۔
و ما یحذون الیه النظر تعظیمًا له	تعظیم کرتے ہوئے آنکھیں اُٹھا کر نہ دیکھتے۔

(مواہب لدنیہ، البخاری کتاب الشروط)

میرے بھائی! اِس واقعہ میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ جب میں ناک صاف کروں تو اسے اپنے ہاتھ پر لے کر اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا کرو اور جب میں وضو کرنے کے لئے بیٹھوں تو آشفتہ حال پروانوں کی طرح میرے گرد جمع ہو جایا کرو اور قبل اس کے کہ میرے اعضائے وضو سے ٹپکتا ہوا پانی زمین پر گرے تم اسے اپنے ہاتھوں پر روک لو اور اپنے چہرے اور جسم پر ملو۔ بلکہ یہ سارا ہنگامۂ شوق صحابہ کرام کا خود اپنا برپا کیا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے نہ خدا کا کوئی حکم تھا، نہ رسول کا جو کچھ بھی تھا وہ خود انکے ایمان بالرسول کا تقاضا تھا جس کے سمجھنے میں نہ ان سے کوئی غلطی سرزد ہوئی اور نہ نفس کی کوئی شرارت درمیان میں حائل ہو سکی اور یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ حضور ﷺ کے حکم کے بغیر صحابۂ کرام کے

والہانہ جذبے کا یہ مظاہرہ اگر حرام و ناجائز ہوتا تو حضور ﷺ یقیناً اپنے صحابہ کرام کو اس سے روک دیتے لیکن حدیث کی کتابوں میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ حضور ﷺ نے صحابہء کرام کو اس طرح کے اظہارِ عقیدت سے منع فرمایا ہو۔

حدیبیہ کے موقع پر ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب مکہ میں گفت وشنید کے لیے گئے تو قریش نے اُنہیں طوافِ کعبہ کرنے کی پیشکش کی لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما کنت لا فعل حتی یطوف به رسول الله ﷺ جب تک اس کا طواف رسول اللہ ﷺ نہیں فرمائیں گے، میں ہرگز نہیں کرسکتا۔ (مسند احمد ۴/۳۲۴)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو سرخ رنگ کے خیمہ میں دیکھا، میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے وضو سے بچا ہوا پانی پکڑے دیکھا، لوگ اس سے پانی حاصل کر رہے تھے، جسے کچھ ملتا وہ اُسے جسم پر مل لیتا اور جسے نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھ سے اُس کی تری حاصل کر رہا تھا۔ (البخاری، کتاب الصلوٰۃ)

اور اب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ملاحظہ کریں، فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا، میرے نزدیک آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بڑا نہ تھا، میں آپ ﷺ کے اجلال واکرام کی وجہ سے آپ ﷺ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکا، اگر کوئی مجھ سے حضور ﷺ کے سراپا کے بارے میں پوچھے تو میں نہیں بتا سکتا

کیونکہ میں نے حضور کے چہرۂ انور کو جی بھر کر دیکھا ہی نہیں۔

(المسلم، کتاب الایمان)

میرے بھائی، یہ حال صرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ہی نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا۔" (الترمذی، کتاب الادب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، حجام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجامت کر رہا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حلقہ بنا کر ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی بال زمین پر نہیں گرنے دے رہے، بلکہ اپنے ہاتھوں پر لے لیتے ہیں۔

(المسلم، کتاب الفضائل)

اُن کی محبت و تعظیم کا ایک مظاہرہ یہ بھی تھا کہ اپنے والدین اور اپنی جان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کیا کرتے، مثلاً عرض کرتے:

جعلنی اللّٰہ فداك او فداك مجھے اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کرے، ابی و امی بابی انت و امی ہمارے والدین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں۔

جب کبھی کسی سفر سے واپس آتے تو اپنے گھر جانے سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتے اور سلام عرض کرتے، پھر گھر جاتے۔

میرے بھائی! اب ذرا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا اندازِ محبت وادب ملاحظہ کریں، ہجرت کے موقع پر جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن کے گھر کی نچلی

منزل میں ٹھہرے تو یہ ساری رات اپنی بیوی کے ساتھ اوپر والی منزل میں ایک کونے میں بیٹھے رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم حرکت کریں اور ہمارے پاؤں سے آواز پیدا ہو جو حضور ﷺ کے آرام میں خلل ڈالے، آخر کار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرنے لگے:

لا اعلو سقیفة انت تحتها حتی تحول یعنی جس چھت کے نیچے آپ ﷺ ہوں، میں وہاں اوپر نہیں رہ سکتا (بحوالہ المسلم، کتاب الاشربہ)، تو حضور اوپر تشریف فرما ہو گئے۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی بارگاہ میں موجود ہوتے تو آپ ﷺ کی تعظیم کی وہ سے حضور کی طرف سر اُٹھا کر نہ دیکھتے۔ (المستدرک، ۱: ۱۲۰)

نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں آواز بلند نہ کرتے اور کوئی ایسا کرتا تو سختی سے منع کرتے۔ جیسا کہ امام احمد، ترمذی اور ابن حبان نے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ (مسند احمد، ۴/۲۴۰)

میرے بھائی! فقط حالتِ امن میں ہی نہیں بلکہ ہر موقع و مقام پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اظہارِ محبت کی ایسی لازوال داستانیں رقم کی ہیں کہ جن کی کوئی مثال نہیں۔

جب کفار، حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے، لیجا رہے تھے تو ابوسفیان نے اُنہیں مخاطب کر کے پوچھا: ''میں تجھے اللہ کی قسم دلا کر پوچھ رہا ہوں، کیا تو اس وقت یہ پسند کرتا ہے کہ تیری جگہ محمد (ﷺ) ہوں، اُنہیں قتل

کیا جائے اور تو اپنے گھر بخوشی بیٹھا ہو۔

میرے بھائی! اُس فدائی نے جو جواب دیا، اُسے پڑھیے اور سوچیے، اُس کی روشنی میں آج ہمارا حال کیا ہے؟ حضرت زید فرمانے لگے: خدا کی قسم! تو قتل کی بات کر رہا ہے، مجھے تو اتنا بھی پسند نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے اور میں آرام سے گھر بیٹھا رہوں۔

ابوسفیان نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا، لوگو! سن لو!

واللّٰہ ما رأیت من الناس احدا یحب احدا کحب اصحاب محمد محمدا ﷺ (الشفاء: ۲/۵۷۰، سیرت ابن ہشام ۲/۱۷۲)	خدا کی قسم! میں نے آج تک کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کے ساتھ اس طرح محبت کی جاتی ہو جس طرح محمد عربی ﷺ کے ساتھی اُن سے محبت کرتے ہیں۔

میرے بھائی! اب عشق و محبت کے اظہار کی ایک اور داستان ملاحظہ کیجئے اور دیکھیے کہ دیوانوں کے تذکرے بڑے عجیب ہوا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے محبانِ جانثار میں سے ایک حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ ”جن دنوں غزوۂ تبوک کے لیے تیاری ہو رہی تھی میری صحت اور میری مالی حالت بہت اچھی تھی۔ میرے پاس سواری کے لیے دو اونٹنیاں تھیں۔ اس سے پیشتر کبھی میرے پاس سواری کے لیے دو جانور جمع نہیں ہوئے تھے۔ جمعرات کے دن حضور نبی کریم ﷺ اپنے تیس ہزار جاں نثاروں کے ہمراہ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ چند ضروری کاموں سے جلدی جلدی فارغ ہو کر میں لشکر کے ساتھ جا

ملوں گا۔ ایک دن بھی گزر گیا لیکن مجھے ان کاموں سے فراغت نہ ہوئی۔ دوسرا تیسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا لیکن میں فارغ نہ ہوا۔ جب کئی دن گزر گئے تو میں نے خیال کیا کہ اب تو لشکر بہت دور چلا گیا ہوگا اور اب میرا جانا بے سود ہے۔ چنانچہ میں نے پیچھے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں بازار جاتا تو مجھے ان لوگوں کے سوا جو نفاق کی تہمت سے مہتم تھے یا جو معذور تھے اور جنگ میں شرکت کے قابل نہ تھے۔ اور کوئی مسلمان دکھائی نہ دیتا۔ مجھے اس حرماں نصیبی پر بہت دکھ ہوتا۔ ایک بار خیال آیا بھی کہ اگرچہ تاخیر ہوگئی ہے لیکن پھر بھی چلا جاتا ہوں۔ کاش! میں ایسا کرتا لیکن ایسا نہ کر سکا۔ وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بخیر و عافیت مراجعت فرما ہونے کی اطلاعیں آنے لگیں۔ مجھے رنج و غم نے آلیا۔ میں سوچنے لگا کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی اس غیر حاضری کے لیے کیا عذر پیش کروں۔ خود بھی غور و فکر کیا کرتا اور دانشوروں سے بھی مشورہ لیا کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو یکایک تذبذب کی کیفیت جاتی رہی اور دل میں ٹھان لی کہ سچ سچ عرض کر دوں گا۔ اور اس بارگاہ میں اگر پناہ مل سکتی ہے تو سچ سے ہی مل سکتی ہے۔ جھوٹ بول کر تو اپنے آپ کو رسوا ہی کرنا ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو نفل پڑھا کرتے، اس کے بعد حضرت خاتون جنت کے ہاں قدم رنجہ فرماتے اور اس کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں کو زینت بخشتے۔ جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے آئے اور نفلوں سے فارغ ہو کر بیٹھے تو منافقین گروہ در گروہ حاضر ہو کر جھوٹے بہانے پیش کرنے لگے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے باطن کو اللہ

تعالیٰ کو تفویض کر کے ان کی ظاہر عذرداریوں کو قبول فرمالیتے مجھے بھی بعض لوگوں نے ایسا کرنے کا مشورہ دیا لیکن میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنی حرماں نصیبی کی سچی سچی داستان عرض کر دی۔ حضور ﷺ نے میری عرضداشت سن کر فرمایا "اما ھٰذا فقد صدق فقم حتی یقضی اللّٰہ فیک بما یشاء "اس نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ جاؤ اٹھو تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کئی لوگوں نے مجھے بڑی سرزنش کی کہ تم نے صاف گوئی سے کام لے کر اپنے آپ کو مصیبت میں گرفتار کرا دیا۔ میں نے خیال کیا کہ واپس جا کر کوئی عذر پیش کروں لیکن پھر معاً یہ خیال آیا کہ ہرگز نہیں کروں گا۔ میں نے پوچھا کہ کسی اور کو بھی اس قسم کا حکم ملا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کو بھی یہی فرمایا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اب ہمارے ساتھ نہ کوئی ہمکلام ہوتا تھا اور نہ ہمارے سلام کا کوئی جواب دیتا تھا۔ ہمیں یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ وہ لوگ ہی نہیں جو پہلے تھے اور جن کو ہم جانتے تھے۔ یہ وہ دیس ہی نہیں ہے جس میں ہم نے عمر گزاری بلکہ یہ کوئی نیا دیس ہے جس کے کوچہ و بازار اور در و دیوار ہمارے لیے بالکل غیر مانوس ہیں، مجھے یہ اندیشہ کھائے جا رہا تھا کہ اگر اسی حالت میں موت آ گئی اور نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ نہ پڑھائی تو کیا بنے گا، میرے دو دوسرے ساتھی تو رات دن گریہ وزاری میں گزار دیتے، انہیں دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ تھی، انہوں نے تو باہر نکلنا ہی بند کر دیا تھا، میں کبھی کبھی بازار آتا لیکن نہ کوئی مجھے سلام کہتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک دن میں لوگوں کی سرد مہری سے مایوس ہو کر اپنے چچا زاد بھائی ابی قتادہ کے پاس چلا

گیا جواس وقت اپنے باغ میں تھا، مجھے اس سے بڑی محبت تھی، میں نے سلام کیا ،اُس نے جواب تک نہ دیا، میں نے کہا اے میرے بھائی کیا تمہیں علم نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ وہ چپ رہا، میں نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا، وہ بولا تک نہیں، آخر چوتھی بار جب میں نے اُسے یہی بات کہی تو اس نے صرف اتنا کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ اس وقت بے اختیار میرے آنسو بہ نکلے اور میں وہاں سے شکستہ دل ہوکر چلا آیا۔ میں بازار سے گزر رہا تھا تو ایک نبطی مجھے تلاش کر رہا تھا، لوگوں نے اشارہ سے اُسے میری طرف متوجہ کیا کہ یہ کعب ہے جسے تم تلاش کر رہے ہو، وہ میرے قریب آیا اور مجھے ایک خط دیا، یہ خط غسان کے بادشاہ نے میری طرف بھیجا تھا، اس نے لکھا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تیرے صاحب نے تجھ پر بہت جفا کی ہے اور تیرے ساتھ ناروا سلوک کیا جا رہا ہے، تو ایسا نہیں کہ تیری توہین کی جائے، تو میرے پاس آجا، دیکھ میں کس طرح تیری قدردانی کرتا ہوں۔ یہ پڑھ کر میں آگ بگولا ہوگیا اور میں نے اس خط کو نذرِ آتش کر دیا اور اُسے کہا کہ اپنے بادشاہ کو کہنا، اس خط کا میرے پاس یہی جواب تھا ، میں نے دل میں کہا، میری بدبختی ملاحظہ ہو کہ اب ایک کافر کو یہ جرات ہو رہی ہے کہ میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالے۔

سرگزشتِ غم کہوں کس سے ترے ہوتے ہوئے
کس کے در پر جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر
مر ہی جاؤں میں اگر اس در سے جاؤں دو قدم
کیا بچے بیمارِ غم قربِ مسیحا چھوڑ کر

اس رنج وغم میں چالیس دن گزر گئے، چالیسویں دن حکم ہوا کہ ہم اپنی بیویوں سے الگ رہیں۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو اُس کے میکے بھیج دیا۔ میں نماز پڑھنے کے لیے مسجد نبوی میں جایا کرتا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کو سلام عرض کیا کرتا اور پھر غور سے دیکھا کرتا کہ لبِ مبارک جنبش میں آتے ہیں یا نہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ جب میں نماز میں مشغول ہوتا ...... تو بیکس نواز آقا ﷺ ...... اپنی نگاہ لطف کو میری طرف مبذول فرما لیتے اور جب میں فارغ ہوتا ...... تو اعراض فرماتے ...... یہ لمحے میرے لیے بڑے صبر آزما تھے ...... پچاسویں رات کو ہماری توبہ کی قبولیت کی آیت نازل ہوئی ...... ’’جان لیا انہوں نے کہ اللہ کی ذاتِ اقدس کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں، تب اللہ تعالیٰ اُن پر مائل بہ کرم ہوا، تاکہ وہ رجوع کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔(التوبہ)‘‘ ...... صبح کی نماز کے بعد حضور ﷺ نے اعلان فرمایا ...... صحابہ دوڑتے ہوئے مبارک باد دینے کے لیے آئے ...... سب سے پہلے جس نے مجھے یہ مژدہ جاں فزا سنایا ...... وہ حمزہ الاسلمی تھے ...... میں نے فرطِ مسرت میں اپنے دونوں کپڑے اتار کر دے دیئے، پھر میں بارگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حاضر ہوا ...... حضور ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا ...... مجھے دیکھا تو فرمایا ...... جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے، یہ تیری زندگی کا بہترین دن ہے۔‘‘

یقیناً اِس لذتِ قربِ مسیحا میں کچھ تو ایسا ہے کہ ہر ایک اُن کے اشارۂ ابرو پر قربان ہونے کے لیے بے تاب ہے ...... کچھ تو ایسا ہے کہ ......

برسوں سے بچھڑا ہوا بیٹا حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنے ماں باپ کے پاس جانے سے احتراز کر رہا ہے ...... یقیناً قربِ مسیحا کی لذت ہی کچھ ایسی ہے ...... صرف انسانوں کی بات نہیں کرتا ...... چلئے ...... مسجد نبوی شریف کے اُس ستون کے جذبات دیکھتے ہیں ...... جس کے ساتھ سہارا لے کر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے ...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نیا منبر بنا دیا ...... سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس پر تشریف فرما ہوئے ...... اُسی وقت شدتِ غم میں ڈوب کر رونے کی آواز آنے لگی ...... اِدھر اُدھر دیکھا ...... غور کیا تو معلوم ہوا کہ ستون کے تنے سے آواز آ رہی ہے ...... بچوں کی طرح روتا ہوا ستون اپنے آقا کے قرب سے محروم ہونے کے لیے تیار نہیں ...... اُسے دنیا کی کوئی چیز قربِ مسیحا سے زیادہ عزیز نہیں ...... اُس کا بس ایک ہی مطالبہ تھا کہ ......

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو تیرا ہاتھ دھرا ہو
گر وقتِ اجل سر تیری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضاء ایک ہی سجدے میں ادا ہو

آخر کار آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ...... دستِ شفقت اُس پر رکھا ...... قرب کی بشارت سنائی ...... تو سکون مل گیا ...... چین آ گیا ...... راحت حاصل ہو گئی ...... کیونکہ ؎

موت آ جائے مگر آئے نہ دل کو آرام
دم نکل جائے مگر نکلے نہ الفت تیری

چین پائیں گے تڑپتے ہوئے دل محشر میں
غم کِسے یاد رہے دیکھ کے صورت تیری

☆

خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بحرین کے ایک قصبہ میں چند بچے کھیل رہے تھے، تھوڑی دور ایک پادری بیٹھا تھا، اچانک گیند اُس کو جا لگی۔ بچوں نے پادری سے گیند کا مطالبہ کیا، پادری نے گیند تو بچوں کو واپس کر دی لیکن سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ اس پر تمام بچوں نے مل کر اُس گستاخ کو مارنا شروع کر دیا اور اِس قدر زیادہ مارا کہ وہ مر گیا۔ جب یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: ''اب اسلام غالب آ گیا ہے۔''

میرے بھائیو! عہدِ حاضر میں محبت رسول ﷺ کے فروغ اور اظہار کی بڑی ضرورت ہے تاکہ کاش! مسلمان ایک مرتبہ پھر اپنے نبی ﷺ کے نقش قدم پر چل کر کامیابی کی منزل حاصل کریں، چنانچہ محبتِ رسول ﷺ کے انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی فروغ اور اظہار کے لیے درج ذیل طریقوں پر عمل صاحبان فکر و دانش کا نتیجہ ہے۔

ا۔ انفرادی اظہارِ محبتِ رسول ﷺ یہ ہے کہ کثرت سے اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کے محبوب نبی ﷺ پر درود و سلام پڑھا جائے۔

۲۔ اجتماعی اظہارِ محبتِ رسول ﷺ یہ ہے کہ لوگ اکٹھے ہو کر ''محفل میلاد'' منعقد کریں۔ موجودہ دور میں مروجہ محفل میلاد ایسی محفل ہے

جس میں ذکر ولادت باسعادت کے علاوہ حضور نبی کریم ﷺ کی صورت وسیرت کے تذکرے بھی ہوتے ہیں۔خواہ وہ درس ِ قرآن کی شکل میں ہوں یا درسِ حدیث کی صورت میں۔حاصل کلام یہ کہ محفل میلاد میں حیات نبوی ﷺ کے کسی بھی پہلو پر بات ہو اس کا مقصد محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت کا اظہار اور فروغ ہے۔

میرے بھائی! اللہ کریم نے جتنی بھی نعمتیں عطا کیں ان کا احسان نہیں جتلایا لیکن اپنے محبوب کا احسان جتلایا، چنانچہ سورۃ آل عمران، آیت **164** میں ارشاد ربِ کریم ذوالجلال والاکرام ہے:

ترجمہ : ''بے شک اللہ کریم جل شانہٗ نے مومنوں پر احسان کیا کہ انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اسکی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔''

نیز سورۃ والضحیٰ آیت **11** میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:''اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔میرے بھائی! جس پر احسان ہوتا ہے، جسے نعمت ملتی ہے، وہ خوش ہوتا ہے اور خوشی ومسرت کا اظہار کرتا ہے۔محفل میلاد بھی محبت، عقیدت، تعظیم اور خوشی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہی وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی تھی اور جس میں مجھ پر پہلی مرتبہ قرآن پاک نازل ہوا تھا۔اِسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے! لوگو تمہارے نبی مکرم ﷺ پیر کے روز پیدا ہوئے

پیر کے روز ان پر پہلی وحی نازل ہوئی پیر ہی کے دن انہوں نے ہجرت کی پیر ہی کے دن آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور پیر ہی کے دن آپ کا وصال ہوا۔

میرے بھائی! ولادتِ مصطفٰے کریم ﷺ کی خوشی کائنات بھر میں ہوئی، حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ جو عثمان بن ابی العاص ثقفی تک جاتی ہے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میری والدہ نے بیان کیا کہ جس رات سیّدہ آمنہ کے ہاں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے، گھر کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو نور سے معمور نہ ہو (یعنی پورا گھر بقعۂ نور بنا ہوا تھا اور میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا کہ ستاروں کے جھرمٹ یوں جھک رہے تھے کہ بے اختیار میرے منہ سے نکلا کہ کہیں یہ مجھ پر نہ آ گریں۔

حافظ ابن حجر نے میلاد شریف کی اصل کو حدیث شریف سے ثابت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابولہب کو خواب میں دیکھا کہ دوشنبہ (سوموار) کے روز اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اس کی دو انگلیوں سے پانی نکل آتا ہے جسے وہ پی لیتا ہے اس عذاب میں تخفیف کی یہ وجہ ہے کہ اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا جب اس نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ملک شام کے حافظ شمس الدین محمد بن ناصر پر رحم کرے جنہوں نے فرمایا ہے کہ ابولہب کافر تھا جس کی مذمت میں قرآن پاک کی ایک پوری سورۃ آئی ہے کہ "اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا" جب ایسے کافر پر احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت پر خوش ہونے کے سبب ہر دوشنبہ کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو اس بندے کی نسبت کیا گمان کرتے ہو جو عمر بھر احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت

کے چرچے کرتا رہا اور خوشی مناتا رہا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔

لہذا مرشد العصر، شیخ المشائخ، سیّد میر طیب علی شاہ بخاری، حضرت کرماں والے اِس دعوت اور تحریک کو عام کر رہے ہیں کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں محافل میلاد کا انعقاد کیا کریں، اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ محفل میلاد میں کوئی ایسا کام نہ ہونے پائے جس سے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی نافرمانی ہو یا سنتِ نبوی ﷺ کی خلاف ورزی ہو اور اِس کے ساتھ ساتھ حضرت کرماں والا شریف اوکاڑہ میں بھی ہر سال ۱۵۔۱۴۔۱۳ ربیع الاوّل کو ایک عظیم الشان، بین الاقوامی، تین روزہ، سالانہ محفل میلاد کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں اندرون و بیرون ملک سے بے شمار لوگ شریک ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی محبت کا دم بھرتے ہوئے اطاعتِ خداوندی اور اتباع رسول ﷺ کا عہد کرتے ہیں۔

۳۔ معاشرتی اظہارِ محبتِ رسول ﷺ یہ ہے کہ ہم اطاعتِ رسول ﷺ کا عملی مظاہرہ کریں یعنی ہم نے کسی کے ساتھ اخلاق کیا تو محبتِ رسول ﷺ کا اظہار ہو گیا، ہم نے کاروبار میں دیانت سے کام لیا تو محبتِ رسول ﷺ کا اظہار ہو گیا، ہم نے غیر اخلاقی برائیوں سے بچنے کی کوشش کی تو محبتِ رسول ﷺ کا اظہار ہو گیا، ہم نے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو محبتِ رسول ﷺ کا اظہار ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ فضائل اہلبیت

کوئی چیز کتنی ہی حقیر یا کم قدر و قیمت والی کیوں نہ ہو، جب اس کی نسبت کسی اعلیٰ چیز سے ہو جاتی ہے تو وہی گراں قدر، بیش بہا اور اعلیٰ و ارفع بن جاتی ہے، جس کپڑے کی طرف کوئی نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتا، جب وہی کپڑا قرآن کا غلاف بنتا ہے تو اُسے بوسے دیے جاتے ہیں، جس کاغذ کو ذرا اہمیت نہیں دی جاتی جب اُس پر حروفِ قرآن لکھے جاتے ہیں تو اُس کی تکریم کی جاتی ہے اور جس اینٹ کی ذرا قدر نہیں ہوتی جب مسجد کے محراب میں لگتی ہے تو اُسکے اوپر خالقِ کائنات کے سامنے ماتھا ٹیکنا فرض کی ادائیگی سے عہدہ براء ہونا ہے۔

اپنے اردگرد ماحول کا جائزہ لیجئے، آپ کو نسبت کی بہاریں ہر طرف نظر آئیں گی، جتنی کوئی چیز اعلیٰ و ارفع ہوگئی، نسبت بھی اُتنی ہی عظیم ہوتی چلی جائے گی، چنانچہ وہ ہستی جو سب کی محور و مرکز ہے، جس کے دیدار کو انبیاء ترستے رہے، جو اپنوں اور غیروں کو رحمت کے خزانوں سے نوازتا ہے، جو کریم اور رحیم ہے، جو محبوبِ قادر مطلق ہے، ذرا سوچئے میرے بھائی! اُس کے ساتھ جس کا تعلق ہو جائے تو وہ چیز کتنی عظیم ہوگی؟ اس کا مقام کیا ہوگا؟

آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی عظیم نسبت کا نام ہے جس کو اپنی مرضی سے کسی طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا، یہ عطیہ خداوندی ہے۔" اللہ جس پر چاہتا

ہے اپنا فضل کرتا ہے" یہ وہ سلسلہ نسب ہے جو روئے ارض وسما میں تمام سلاسل اورنساب سے افضل واکرام حیثیت کا حامل ہے۔اس سے بڑھ کر کوئی نسبت وتعلق نہیں ہے یہ وہ تعلق ہے جس کو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جسم اطہر کا حصہ قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس نسب سے عشق ومحبت رکھنا مسلمان کا فطری تقاضہ ہے اس لیے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخدمت بتول کی محبت ومودت انہی لوگوں کے دلوں میں قرار پکڑتے ہیں جن کا قلبی وروحانی تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے، ایمان صرف اُنہی لوگوں کا کامل ہوسکتا ہے جن کے دلوں میں محبت اہل بیت کا خزانہ موجود ہو۔

علامہ خازن علاؤالدین علی بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اورامام مسلم نے مسلم شریف میں لکھا ہے کہ سیّدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سیاہ بالوں کی ایک منقش (دھاری دار) چادر اوڑھے ہوئے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چادر مبارک میں داخل فرمالیا، پھر علی رضی اللہ عنہ آئے، ان کو بھی چادر کے نیچے جگہ عطا فرمائی۔ پھر حسن مجتبیٰ آئے انہیں بھی چادر کے نیچے داخل کرلیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی چادر میں داخل فرمالیا۔ پھر یہ آیت اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا تلاوت فرمائی۔

(تفسیر خازن، جلد 3 صفحہ 499 مطبوعہ مصر)

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

ترجمہ: آپ فرمایئے میں نہیں مانگتا (دعوت حق) پر کوئی معاوضہ سوائے قرابت کی محبت کے۔ (شوریٰ:۲۳)

اِس آیت کی شان نزول حضرت عبداللہ بن عباس نے یوں بیان فرمائی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور ﷺ کے حقوق واحسانات یاد کرکے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی، ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مصارف بہت زیادہ ہیں اس لیے ہم یہ مال آپ اور خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کرنے کے لیے لائے ہیں، قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے وہ اموال واپس فرما دیئے۔

(تفسیر الخزئن العرفان، صفحہ نمبر 703)

ابی حاتم وطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے قرابت داروں سے کون لوگ مراد ہیں؟''

ارشاد فرمایا ''علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں بیٹے

(حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ)۔(تفسیر مظہری، جلد 8 صفحہ 318)

حضرت علامہ نسفی اور حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اور حضرت علامہ اسماعیل حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مودّت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا: "اے اللہ کے رسول! آپ کے قریبی کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم (مسلمانوں) پر واجب ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور ان کے دونوں بیٹے (حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ)۔

(تفسیر روح المعانی، حصہ 25، صفحہ 31، تفسیر روح البیان، جلد 8 صفحہ 311،)

عارف باللہ شیخ اکبر حضرت امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور سے پوچھا گیا: "اے اللہ کے رسول! آپ کے قریبی کون لوگ ہیں جن کی محبت (قرآنی حکم کے مطابق) ہم پر واجب ہے۔"

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ اور ان دونوں کی اولاد۔

علامہ ابن عربی سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مذکورہ آیت کے ضمن میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "اس شخص پر جنت حرام کر دی گئی ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عترت کے بارے میں تکلیف دی اور جس نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کا بدلہ نہ دے سکا تو اس

کے احسان کا بدلہ کل قیامت کے دن میں دوں گا جب وہ مجھے ملے گا۔''

(تفسیر ان عربی، جلد ثانی، صفحہ 433۔ تفسیر روح البیان، جلد 8، صفحہ 311)

حضرت علامہ خازن (علاؤالدین بن محمد بغدادی) اپنی تفسیر (لباب التاویل فی معانی التنزیل) میں اسی آیت کے ضمن میں رقمطراز ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے اہل بیت کے معاملہ میں لحاظ کرو''۔

(تفسیر الخازن، جلد 4، صفحہ 101)

عزیز بھائیو! آیت مودّت کے تحت لکھے گئے تفسیری حقائق سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ عترت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعقیدت ہر مومن کے لیے واجب ہے اور بخشش کا وسیلہ ہے۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۔کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل وعترت کی محبت اعلیٰ ترین نیکیوں میں سے ہے''۔

(تفسیر روح المعانی حصہ 25، صفحہ 33)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

''دیکھنا ہمارے بغض سے اجتناب کرنا ،کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہم سے بغض یا حسد کرے گا اسے قیامت کے دن حوضِ کوثر سے آگ کے چابکوں سے دور کیا جائے گا''۔(طبرانی شریف)

میرے بھائی! دعا کرنی چاہیے کہ اللہ کریم جل شانہٗ ہمیں اہل بیت

اظہار کی محبت سے نوازے اور بغض سے محفوظ فرمائے۔ آمین

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چشمہ کے پاس جس کا نام خم تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، ایک دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی تعریف کی، اس کی ثنا کہی، پھر وعظ کیا، فرمایا: امابعد، اے لوگو! میں ایک بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا ایلچی میرے پاس آ جائے، میں اس کو قبول کروں اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ چلا ہوں، ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت اور نور ہے، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پکڑو اور اس کو مضبوطی سے تھامو، اللہ تعالیٰ کی کتاب پر برانگیختہ کیا اور اس میں رغبت دلائی پھر فرمایا دوسری بھاری چیز میرے اہل بیت ہیں ان کے حقوق کی نگہداشت میں، میں تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب، وہ اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو اس کے پیچھے لگا وہ ہدایت پر ہوگا، جس نے اس کو چھوڑ دیا گمراہ ہوگا۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 256)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے پر بیٹھے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 256)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دن کے ایک حصہ میں، مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلا آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

گھر تشریف لائے۔ فرمایا: یہاں لڑکا ہے، یہاں لڑکا ہے، (حسن رضی اللہ عنہ مراد رکھتے تھے) تھوڑی دیر گذری تھی کہ وہ بھی دوڑتے ہوئے آئے اور دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ (جل شانہٗ) میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو شخص اس سے محبت کرے اُس سے بھی محبت فرما۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 256)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا: منبر پر تشریف فرما ہیں، حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف (دیکھ کر) فرماتے تھے، میرا یہ بیٹا سردار ہے، اُمید ہے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 257)

عزیز بھائیو! تاریخ گواہ ہے کہ جب خلافت کے مسئلہ پر اختلافات پیدا ہوئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے انتشار اور لڑائی سے بچنے کے لیے اپنا حق چھوڑ دیا تھا، درحقیقت جن کی تائید و تصدیق کے ساتھ بادشاہت تقسیم ہوتی ہو، اُنہیں ظاہری تاج و تخت کی کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نُعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، ایک آدمی نے محرم کے متعلق پوچھا، خیال ہے کہ مکھی قتل کرنے کے متعلق وہ پوچھ رہا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اہل عراق مجھے مکھی قتل کرنے کے متعلق پوچھ رہے تھے حالانکہ انہوں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسہ کو شہید کر دیا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے، دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 257)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں رکھتا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی انہوں نے ایسا ہی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اُن کی بہت زیادہ مشابہت تھی۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 257)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنے سینہ کی طرف ملایا اور فرمایا: اے اللہ! اس کو حکمت سکھلا، ایک روایت میں ہے، اس کو کتاب اللہ سکھلا۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 257)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُسے اور حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر فرماتے، اے اللہ تعالیٰ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے پکڑ لیتے، اپنی ران پر بٹھاتے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر پھر ان کو ملاتے پھر فرماتے، اے اللہ تعالیٰ ان دونوں پر مہربانی فرما۔ کیونکہ میں ان دونوں پر مہربانی کرتا ہوں۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 257)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا: اپنے آخری حج میں عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصوا پر بیٹھ کر

خطبہ فرما رہے تھے، میں نے سنا آپ فرماتے تھے، اے لوگوں میں تم میں ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 258)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھام لو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے، ایک دوسری سے بڑی ہے، کتابُ اللہ، جو آسمان سے زمین تک ایک پھیلی ہوئی رسی ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت، یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں، دیکھو! ان دونوں پر تم میرے کیسے خلیفہ ثابت ہوتے ہو۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 258)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا، جو ان سے لڑے گا میں ان سے لڑوں گا جو ان سے صلح کرے گا میں ان سے صلح کروں گا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 259)

حضرت جُمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں داخل ہوا، میں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر کسے محبوب سمجھتے تھے، فرمایا: فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو، پوچھا گیا: مردوں میں سے؟ فرمایا: اُس کے خاوند کو۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 259)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 260)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں ایک رات کسی کام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چیز کو لپیٹنے والے تھے، میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا ہے، جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے کہا: یہ کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لپیٹے ہوئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور اس شخص سے محبت فرما جو ان سے محبت کرتا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 261)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الحسین منی و انا من الحسین یعنی حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے، حسین رضی اللہ عنہ سبط ہے اسباط میں سے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 262)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے نیچے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 262)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے اپنی والدہ سے کہا مجھے چھوڑو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے اور تیرے لیے مغفرت کی دعا کراؤں، میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی، پھر عشا کی نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گھر جانے کے لیے مڑے تو آپ نے میری آواز سنی، فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا: میں حذیفہ ہوں، فرمایا: تجھے کیا کام ہے اللہ تعالیٰ تجھ کو اور تیری والدہ کو معاف کرے، یہ فرشتہ ہے آج رات سے پہلے کبھی زمین کی طرف نہیں اترا اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ مجھے سلام کہے اور مجھے خوشخبری دے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حسین رحمۃ اللہ علیہ نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 262)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا، ایک آدمی نے کہا: اے لڑکے تو اچھی سواری پر سوار ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 262)

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھائی پھر باہر نکلے، اُن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی چلتے تھے، اُنہوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُنہیں اپنے کندھے پر اٹھایا اور فرمانے لگے میرا باپ ان

پر فدا ہو، ان کی مشابہت نبی ﷺ کے ساتھ ہے، علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں ہے، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنستے رہے۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 264)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تمہاری پرورش کرتا ہے، مجھ سے محبت کرو، کیونکہ تمہارا رب بھی مجھ سے پیار کرتا ہے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو کیونکہ میں اُن سے محبت کرتا ہوں۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 265)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جبکہ انہوں نے کعبہ کے دروازے کو پکڑا ہوا تھا، فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال تم میں اس طرح ہے جس طرح نوح علیہ السلام کی کشتی تھی، جو اس میں سوار ہوا، نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا۔ (احمد، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم صفحہ نمبر 265)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صَلَّی اللہُ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَسَلَّم

فضائلِ درود وسلام

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہ' یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیُ
یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِیْمًاO (الاحزاب، آیت 56)

بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے نبی مکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اس لیے، اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو۔

☆

میرے بھائیو! درود شریف ایسی عبادت ہے جو فضائل میں اعلیٰ اور قبولیت میں ارفع ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن مجید میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کئی عبادات کا حکم فرمایا لیکن کسی جگہ نہیں فرمایا کہ یہ عبادت ہم بھی کرتے ہیں اور تم بھی کرو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے اور ہم عبادت کرنے والے ہیں، وہ معبود ہے اور ہم عابد، وہ مسجود ہے اور ہم ساجد، جبکہ وظیفہء درود وسلام کی فضیلت اور شان دیکھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ فرما رہا ہے کہ اس پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر ہم درود بھیجتے ہیں اِس لیے تم بھی اُن

پر درود وسلام بھیجو۔ لہذا میرے بھائی! ہمیں چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ پر ادب واحترام اور عشق ومحبت کے ساتھ درود وسلام پڑھا کریں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَسَلَّم

☆

درودِ پاک کے فضائل احادیث میں بے حد زیادہ ہیں، اُن میں سے چند ایک بیان کیے جاتے ہیں۔

درود وسلام پڑھنے والے کی کفالت اللہ جل شانہٗ کے ذمہ:

ترمذی شریف میں ہے، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! میں آپ پر کثرت سے درودِ پاک پڑھتا ہوں (یا کثرت سے پڑھنا چاہتا ہوں) تو کتنا پڑھوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے! میں نے عرض کیا: (باقی وظائف میں سے) کیا چوتھا حصہ درودِ پاک پڑھ لیا کروں؟ تو فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: (باقی وظائف میں سے) کیا آدھا حصہ درودِ پاک پڑھ لیا کروں؟ تو فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: پھر (باقی وظائف میں سے) کیا دو تہائی حصے درودِ پاک پڑھ لیا کروں؟ تو فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لیے اور بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا میں سارا وقت ہی درودِ پاک پڑھ لیا کروں؟ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تو ایسا کرے تو تیری ساری فکروں کی

کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف مترجم، ص ۸۶)

سبحان اللہ! یعنی جس کا وظیفہ درود شریف ہو جائے، اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کی ضروریات کی کفالت فرماتا ہے اور اُس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے، ہمارے خالق و مالک کی رحمت بے حد وسیع ہے۔

ترمذی شریف میں ہے، رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھا، اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اُس کے نامہءِ اعمال میں دس نیکیاں لکھتا ہے۔

(بحوالہ جلد ا صفحہ ۶۴)

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلٰئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَادَامَ فِی الصَّلٰوۃِ مَالَمْ یُحْدِثْ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی جب تک درود پڑھنے میں مصروف رہتا ہے جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو اس کے حق میں فرشتے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

پیارے بھائیو! دعاؤں کی قبولیت کے لیے درود شریف وسیلہ ہے، لہذا ہر دعا سے پہلے اور بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درودِ پاک پڑھا کریں تو اللہ کریم جل شانہٗ کی رحمت سے قبولیت کی اُمید ہے۔

درود وسلام پڑھنے والے! مانگ تجھے عطا کیا جائے گا

ترمذی شریف میں ہے، سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جب میں نماز پڑھ کر بیٹھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درودِ پاک پڑھ لیا اور دعا کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا، تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۸۷)

ترمذی شریف میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک دعا زمین وآسمان کے درمیان میں ٹھہری رہتی ہے جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف مترجم: ۱۹۷)

میرے بھائی! درودِ پاک جہاں اللہ تعالیٰ عزوجل کی خوشنودی کا ذریعہ ہے وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کرنے کی راہ بھی یہی ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے میرے زیادہ قریب لوگ درود شریف پڑھنے والے ہوں گے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف مترجم: ۱۹۷)

نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبروں کی مانند نہ بناؤ اور مت بناؤ میری قبر کو عید (یعنی شوروغل یا کھیل تماشے کی جگہ) اور مجھ پر درود بھیجو، پس تحقیق تمہارا بھیجا ہوا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف مترجم: ۱۹۷)

بخاری اور ابنِ ماجہ کے علاوہ ساری کتب صحاح میں حضرت عبداللہ

ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

ترجمہ :جب تم اذان سنو تو جواب میں مؤذن کے کلمات کو دہراؤ۔ پھر جب اذان ختم ہو جائے تو مجھ پر درود پڑھو کہ جو ایک بار درود شریف پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے جسے حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مجلس میں لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کریں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام نہ بھیجیں تو ایسی مجلس ضرور ان کے واسطے نقصان کا باعث ہو گی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ كَانَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسُ عَلَيْهِمْ تِرَةً

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں، ابنِ عدی نے کامل میں اور طبرانی نے جامع کبیر میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا کان بجنے لگے تو وہ مجھے یاد کرے اور مجھ پر درود پڑھے اور اس کے بعد یہ الفاظ کہے۔

ذَكَرَ اللّٰهُ مَنْ ذَكَرَنِيْ بِخَيْرٍ

یعنی اللہ اُسے یاد کرے جس نے خیر کے ساتھ مجھے یاد کیا۔

درود شریف کی برکت سے گمشدہ چیز ملنا

المواہب اللدنیہ میں حضرت ابوموسیٰ المدینی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

اِذَا نَسِیتُم شَیئًا فَصَلُّوا عَلَیَّ تَذکُرُوہُ اِنشَاءَ اللّٰہُ

جب تم کسی چیز کو بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو انشاء اللہ وہ چیز تمہیں درود شریف کی برکت سے یاد آ جائے گی۔

درود شریف پڑھنے کے ان مواقع کے علاوہ حضرت امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب القول البدیع میں اسی (۸۰) مواقع اور گنوائے ہیں اور ہر موقع کو احادیث وآثار سے ثابت کیا ہے۔

ان میں سے خاص خاص مقامات کی ذیل میں نشاندہی کی جاتی ہے۔

﴿۱﴾ تہجد کے لئے اٹھتے وقت ﴿۲﴾ کسی مسجد میں داخل ہونے کے وقت ﴿۳﴾ جب میت کو قبر میں اتارا جائے ﴿۴﴾ جب کعبہ شریف پر نظر پڑے ﴿۵﴾ حجر اسود کا بوسہ لیتے وقت ﴿۶﴾ عرفات میں دوپہر کے بعد ﴿۷﴾ جب مدینہ کا مقدس شہر نظر آنے لگے ﴿۸﴾ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات کی زیارت کا موقعہ ہو ﴿۹﴾ جب سونے کا ارادہ کریں ﴿۱۰﴾ سفر کے لئے گھر سے نکلتے وقت ﴿۱۱﴾ سواری پر سوار ہوتے وقت ﴿۱۲﴾ جب اپنے گھر میں داخل ہو۔ ﴿۱۳﴾ جب غم، سختی یا کسی مصیبت کا سامنا ہو ﴿۱۴﴾ دعا کے شروع اور اخیر میں ﴿۱۵﴾ جب پاؤں سُن ہو جائے ﴿۱۶﴾ جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو ﴿۱۷﴾ جب کوئی حاجت پیش آ جائے۔ ﴿۱۸﴾ گناہ سے توبہ کرتے وقت ﴿۱۹﴾ جب کسی پر تہمت لگا دی اور وہ اس سے پاک ہو۔ ﴿۲۰﴾ ختم قرآن

کے بعد ﴿۲۱﴾ جب قلم سے حضور ﷺ کا نامِ مبارک لکھیں ﴿۲۲﴾ جب دینی کتابوں کے سبق کا آغاز ہو۔

میرے بھائی! درود شریف پڑھنا سعادت، رحمت اور برکت کا باعث ہے، بے شمار روایات و واقعات ہیں کہ درود شریف کی برکت سے مشکلات حل ہو جاتی ہیں، مصائب و آلام دور ہو جاتے ہیں، تکالیف ختم ہو جاتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اِس لیے اللہ کے تمام نیک بندوں کا یہ محبوب وظیفہ ہے۔

بلکہ شفاء القلوب میں ہے: صحابہ کرام کو یہ وظیفہ اتنا محبوب تھا کہ جس کسی سے سہواً حضور نبی کریم ﷺ پر درودِ پاک پڑھنا رہ جاتا تھا تو وہ غم سے اس طرح بیٹھ جاتا تھا جیسے کوئی ماتم ہو گیا ہو، اور کہتا، کاش! اس محرومی کی بجائے مر جاتا تو بہتر ہوتا۔ (صفحہ 318)

اللہ کے نیک بندوں کے پاس جب کوئی شخص حاضر ہوتا ہے تو وہ اُسے گناہوں کی معافی کے لیے توبہ اور رجوع الی اللہ عزوجل کا درس دیتے ہیں لیکن درجات میں بلندی کے لیے درود شریف بھی تلقین فرماتے ہیں۔

کتاب ''حدیث دلبراں'' میں لکھا ہے کہ معروف روحانی بزرگ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ہر روز نمازِ تہجد کے بعد تین ہزار مرتبہ درود شریف خضری کا ورد فرماتے تھے، اِس کے علاوہ مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر اور نماز عشاء سے پہلے کپڑے کی ایک لمبی سفید چادر بچھا دی جاتی جس پر کھجور کی گٹھلیاں رکھی ہوتی تھیں، آپ دیگر احباب کے ساتھ ان پر درود شریف خضری پڑھتے، آپ کی خانقاہ میں آج بھی یہ طریقہ اسی ترتیب سے جاری ہے۔

سعادتِ دارین میں ہے حضرت ابراہیم بن علی بن عطیہ نے فرمایا ،میں خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ سے شفاعت کا سوالی ہوں ۔فرمایا، کثرت سے درود و سلام پڑھا کر۔ (حصہ اول ص 336)

القول البدیع میں ہے کہ حضرت ابوالحفص کاغذی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا۔ اور مجھے جنت میں بھیج دیا۔ تفصیل پوچھی تو فرمایا، میری لغزشوں ، غلطیوں اور گناہوں کے شمار سے درود و سلام زیادہ نکلا۔ (ص 118)

سعادتِ دارین میں ہے کہ حضرت حسین بن احمد بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں نے ابو صالح موذن کو خواب میں دیکھا کہ بہت شاندار حالت میں ہیں ۔ حالات پوچھے تو فرمایا: اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ پر درود و سلام کی کثرت نہ کی ہوتی تو میں تباہ ہو گیا ہوتا۔ (ص 333)

حضرت عبداللہ بن حکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا، مجھے بخش دیا اور مجھے جنت میں اس طرح لے جایا گیا جس طرح دلھن کو لے جایا کرتے ہیں۔ مجھ پر رحمت کے پھول اس طرح نچھاور کیے گئے جس طرح دلھن پر نچھاور کیے جاتے ہیں، جب میں نے پوچھا کہ یہ عزت افزائی کس بات کا صلہ ہے؟ تو کہنے والے نے کہا، تو نے اپنی کتاب ''الرسالہ'' میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو درود لکھا ہے، یہ اس کا صلہ ہے۔ (جلد الافہام مطبوعہ قاہرہ ص 247)

سعادتِ دارین میں ہے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا

ہمسایہ فوت ہو گیا تھا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا۔ حضرت آپ کیا پوچھتے ہیں؟ بڑے بڑے خوف ناک مناظر میرے سامنے آئے۔ منکر ونکیر کے سوال وجواب کا وقت تو مجھ پر بڑا ہی خطرناک اور دشوار تھا، حتیٰ کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے یا نہیں؟ اچانک مجھ سے کہا گیا کہ تیری زبان بیکار رہی۔ اس وجہ سے یہ مصیبت تجھ پر آئی ہے۔ تب عذاب کے فرشتوں نے مجھے سزا دینے کا قصد کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اور ان فرشتوں کے درمیان ایک نوری انسان حائل ہو گیا جو کہ نہایت حسین وجمیل تھا اور اس کے جسم سے خوشبو مہکتی تھی۔ منکر ونکیر کے سوالوں کے جوابات وہ مجھے پڑھاتا گیا اور میں اسے دہراتا گیا اور کامیاب ہو گیا۔ پھر میں نے اس نوری انسان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ اس نے جواب دیا میں تیرا درود پاک ہوں جو تم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑھا کرتے تھے۔ اب تو فکر نہ کر، میں تیرے ساتھ ہی رہوں گا۔ قبر میں، حشر میں، پل صراط پر، ہر مشکل مقام پر تیرے ساتھ رہوں گا اور مددگار رہوں گا۔ (ص 120)

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَسَلَّم

ابو درداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو چونکہ وہ قیامت کا دن ہے فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں کوئی بندہ کہیں سے بھی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے ہم نے پوچھا آپ کی وفات کے بعد؟ ارشاد فرمایا وفات کے بعد بھی کیونکہ خدا نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ تم جہاں کہیں رہو تمہارا درود وسلام میرے پاس پہنچ جاتا ہے۔

ایک روایت میں فرماتے ہیں جو لوگ آپس میں خدا کے لیے محبت کرتے ہیں اور ملاقات پر مصافحہ کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

سعادتِ دارین میں ہے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر درود پاک پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا، ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اُس درود پاک کو لے کر میرے دربار میں حاضر ہوتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے آتے ہیں اور وہ فرشہ عرض کرتا ہے، حضور یہ درودِ پاک کا ہدیہ فلاں امتی نے جو فلاں کا بیٹا ہے اور فلاں قبیلے سے ہے، اُس نے بھیجا ہے، تو میں اس درود پاک کو نور کے سفید صحیفے میں محفوظ کر لیتا ہوں۔ (صفحہ ۶۰)

سبحان اللہ! کیسی عظیم الشان برکت ہے اور کیسی بلند شان۔ ذرا غور فرمائیں کہ جمعۃ المبارک کے دن جو درود شریف پڑھتا ہے، نہ صرف کہ اُس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا جاتا ہے بلکہ اُس کے باپ کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے یعنی سعادت و برکت کے حصول میں والد بھی شریک ہو جاتا ہے۔

تنبیہ الغافلین میں حضرت شیخ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے اور اُنہوں نے حضرت شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حکایت نقل کی ہے،

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں طواف کعبہ میں مصروف تھا اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ہر قدم پر درود شریف پڑھ رہا تھا، میں نے اس سے پوچھا کہ اے بھائی تو تسبیح وتہلیل چھوڑ کر صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو امن وعافیت عطا فرمائے آپ کون ہیں؟ کہا میں سفیان ثوری ہوں، وہ کہنے لگا اگر آپ محبوبانِ خداوندی میں شامل نہ ہوتے تو میں آپ کو اپنے حالات سے کبھی آگاہ نہ کرتا، پھر اس نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد گرامی حج بیت اللہ کے لیے گھر سے نکلے، ابھی ہم نے کچھ سفر طے کیا تھا کہ میرے والد بیمار پڑ گئے اور میں ان کے علاج معالجے میں مصروف ہو گیا، حتی کہ ایک رات میں ان کے سرہانے بیٹھا تھا تو اچانک اُن کا انتقال ہو گیا اور ساتھ ہی ان کے چہرے کا رنگ بھی متغیر ہو گیا، میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فکر مند بھی ہوا کہ والد فوت ہو گئے اور ان کے چہرے کی رنگت بھی تبدیل ہو گئی ہے میں نے ان کے چہرے پر چادر تان دی، اسی اثناء میں مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میری آنکھ لگ گئی، اچانک میں نے ایسی شخصیت کو خواب میں دیکھا کہ اس سے زیادہ شگفتہ چہرہ، اور خوشبو دار لباس کبھی نہ دیکھا تھا، وہ خراماں خراماں میرے والد کے قریب ہوئے اور ان کے چہرے سے چادر کو ہٹایا اور اُن کے چہرے پر اپنا دستِ رحمت پھیرا، جس کی وجہ سے ان کا چہرہ نور کی کرنیں بکھیرنے لگا، وہ نورانی پیکر واپس تشریف لے جانے لگے تو میں ان کے دامن رحمت سے لپٹ گیا اور عرض کیا: اے اللہ کے بندے آپ کون ہیں؟ کہ مجھ پر اور میرے والد پر اس غریب الوطنی میں اتنا احسان کیا، فرمایا: کیا تو مجھ کو نہیں پہچانتا میں محمد بن عبداللہ، صاحب قرآن

ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، تیرا والد بہت گناہ گار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا تھا، پس جب اسے موت آئی تو اس نے میری بارگاہ میں فریاد رسی کی درخواست کی اور میں ہر اس کی مدد کرتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے، چنانچہ جب میں بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے والد کا چہرہ سفید اور چمک دار تھا۔ (صفحہ ۴۳۱)

حضرت سیّد محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے درود شریف کی ایک کتاب ''دلائل الخیرات'' لکھی ہے جو اہل علم و فکر اور صوفیاء میں بڑی مقبول و معروف ہے، وہ کتاب اِس طرح تحریر ہوئی کہ حضرت سیّد محمد بن سلیمان جزولی ایک جگہ تشریف لے گئے اور وہاں پر نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے وضو کا ارادہ کیا، دیکھا کہ ایک کنواں ہے جس میں پانی موجود ہے لیکن اس پر کوئی پانی نکالنے کا سامان (رسی، ڈول وغیرہ) نہیں ہے، ابھی اِس فکر میں مبتلا تھے کہ ایک بچی نے مکان کے اوپر سے جھانکا اور پوچھا، کیا تلاش کر رہے ہیں؟ فرمایا: بیٹی میں نے وضو کرنا ہے مگر پانی نکالنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، اُس نے پوچھا، آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: مجھے محمد بن سلیمان جزولی کہتے ہیں، یہ سن کر اُس بچی نے کہا: اچھا! آپ کی شہرت کے تو ڈنکے بجے ہوئے ہیں مگر کنویں سے پانی نہیں نکال سکتے؟ یہ کہہ کر اُس بچی نے کنویں میں اپنا لعابِ دہن ڈال دیا تو آناً فاناً پانی کناروں تک آ گیا بلکہ زمین پر بہنے لگا، آپ نے وضو کیا اور نماز سے فارغ ہو کر اُس بچی سے پوچھا: بیٹی! میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے یہ کمال کس طرح حاصل کر لیا ہے؟ بچی نے کہا: یہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے یہ اُس ذاتِ پاک پر درود شریف کی برکت سے ہوا ہے اور اگر جنگل میں تشریف لے جائیں تو

درندے چرندے آپ کے دامن میں پناہ لیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

تب حضرت شیخ جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھائی کہ درودِ پاک کی ایک کتاب لکھیں گے اور پھر آپ نے دلائل الخیرات لکھی۔ (بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ آپ نے اُس بچی سے وہ مخصوص درود شریف پوچھا جسے وہ پڑھتی تھی، تو اُس نے کہا کہ آپ درود شریف لکھ لائیں میں بتاؤں گی کہ اُس میں شامل ہے یا نہیں، آپ نے نہایت محبت و محنت کے ساتھ درود شریف لکھا اور دکھایا تو اُس بچی نے کہا کہ اِس میں اُس درود شریف کا کچھ حصہ آ گیا ہے، مزید لکھ کر لائیں۔ چنانچہ آپ مزید محنت، محبت اور شوق کے ساتھ درود شریف لکھ لائے تو اُس نے پھر کہا کہ کچھ حصہ مزید آ گیا ہے، آپ اور لکھ کر لائیں حتیٰ کہ جب کتاب مکمل ہوگئی تو اُس بچی نے کہا کہ اب اِس میں وہ درود شریف آ گیا ہے اور اِس طرح دلائل الخیرات کتاب رقم ہوئی)۔ بحوالہ سعادۃ الدارین ص ۱۴۴

مطالع المسرات میں ہے کہ حضرت شیخ جزولی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک سے کستوری کی خوشبو مہکتی رہتی تھی کیونکہ آپ اپنی زندگی میں درود شریف کی کثرت فرمایا کرتے تھے، نیز آپ کے وصال کے تقریباً ستتر ۷۷ سال بعد قبر کشائی کی گئی اور آپ کا جسدِ مبارک سوس سے مراکش منتقل کیا گیا تو دیکھا گیا کہ آپ کا کفن کچھ بوسیدہ نہیں ہوا اور آپ بالکل صحیح سلامت ہیں جیسے آج ہی لیٹے ہوں، نہ تو زمین نے آپ کو چھیڑا، نہ آپ کی کوئی حالت بدلی بلکہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ نے تازہ تازہ خط بنوایا تھا اور ستتر سال بعد بھی وہ خط یوں لگ رہا تھا جیسے آج ہی بنا ہو، یہاں تک کہ کسی نے آپ کے رخسار مبارک پر انگلی رکھ کر دبایا اور اُٹھائی تو وہاں سے خون ہٹ گیا اور وہ جگہ سفید نظر آ رہی تھی، پھر

تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ سرخ ہوگئی جیسے زندوں کے جسم میں خون رواں ہوتا ہے۔ (صفحہ۴)

سبحان اللہ! میرے بھائی، یہ ساری بہاریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کی وجہ سے ہیں، لہذا ہمیں چاہیے کہ عبادات و وظائف کا زیادہ حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا کریں تاکہ اللہ کریم کی رضا وخوشنودی کے حق دار بن جائیں۔

نزہۃ المجالس میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کسی بیمار کے پاس گئے (ان کی نزع کی حالت میں) اُن سے پوچھا کہ موت کی کڑواہٹ کیسی مل رہی ہے؟ تو انہوں نے جواباً کہا: مجھے کچھ نہیں معلوم، کیا ہو رہا ہے! اس لیے کہ میں نے علماء سے سنا ہے، جو شخص کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے وہ موت کی تلخی سے محفوظ رہتا ہے۔

راحۃ القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک بادشاہ بیمار ہوا، بیماری کی حالت میں چھ مہینے گزر گئے، کہیں سے آرام نہ آیا۔ بادشاہ کو پتہ چلا کہ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں، اُس نے عرض کر بھیجا کہ تشریف لائیں، جب آپ تشریف لائے تو دیکھ کر فرمایا، فکر نہ کرو! اللہ کریم جل شانہٗ کی رحمت سے آج ہی آرام ہو جائے گا۔ آپ نے درودِ پاک پڑھ کر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اُسی وقت وہ تندرست ہوگیا، یہ ساری برکت درودِ پاک کی ہے۔ (صفحہ ۶۱)

نزہۃ المجالس میں ہے کہ ایک شخص کو پیشاب کی بندش کا عارضہ تھا۔ جب وہ علاج معالجہ سے عاجز آ گیا تو اس نے عالم، زاہد، عارف باللہ شیخ شہاب الدین

ابن ارسلان کو خواب میں دیکھا اور ان کی خدمت میں اس عارضہ کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا ''ارے او بندۂ خدا! تو کہاں بھاگا پھر رہا ہے۔'' اور پھر آپ نے اسے درودِ پاک کی تلقین فرمائی۔ جب وہ بیدار ہوا تو اس نے درودِ پاک پڑھنا شروع کر دیا اور اسے شفا حاصل ہو گئی۔

سبحان اللہ! یقیناً اللہ کریم جل شانہٗ نے روحانی اور جسمانی بیماریوں سے نجات کے لیے درودِ پاک میں شفا رکھ دی ہے۔

مدارج النبوۃ، جلد دوم میں تحریر ہے کہ ایک ولی اللہ کا قول ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میرے دل اور روح میں سمائی ہوئی ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ مجھے میرے رونگٹوں میں بھی اس کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ جس طرح ایک پیاسا سخت پیاس کے عالم میں پانی کی ٹھنڈک پاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس پر کثرت اور متواتر درودِ پاک پڑھنے سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک خاص تعلق اور رابطہ پیدا ہو جاتا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے وہ شخص بہت پسند ہے جو مجھ پر کثرت کے ساتھ درودِ بھیجتا ہے۔ روزانہ بلاناغہ درودِ پاک پڑھنے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ ایک خاص نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں جس قدر اخلاص ہو گا اسی قدر قدر و منزلت بڑھے گی کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درودِ پاک پڑھنے والے کو خود دیکھتے ہیں اور نظر شفقت فرماتے ہیں لہذا جو شخص زیادہ وقت کے لیے درودِ پاک پڑھے گا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ شفقت کا زیادہ سے زیادہ مطمع نظر رہے گا۔ جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ اکسیر پڑ جاتی ہے

وہ ہر کھوٹ اور میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔

میرے بھائی! سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۶ میں ''صلوٰۃ'' کے ساتھ ''سلام'' کا بھی حکم ہے۔ اور ''تسلیما'' فرما کر سلام کہنے پر زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ لہذا بعض اوقات ایسا درود شریف بھی عرض کرنا چاہیے جس میں ''سلام'' شامل ہو، کیونکہ صرف درودِ ابراہیمی پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مکمل طور پر تعمیل نہیں ہوتی، دراصل درودِ ابراہیمی تو تشہد کا جز ہے اور سلام کہنے کی جو تاکید ہے اس کی تکمیل تشہد میں ''السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللّٰہ و برکاتہ'' سے سلام بھیج کر ہو جاتی ہے اور درود ابراہیمی نماز کے ساتھ خاص ہے یعنی نماز میں رسول اللہ ﷺ پر یہی درود شریف پڑھا جا سکتا ہے، نماز کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر دوسرے الفاظ سے بھی درود شریف پڑھا جا سکتا ہے۔

مثلاً

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُولَ اللّٰہ

☆

بعض سے بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے نبی ﷺ پر درود پڑھا جب کہ اُس نے آپ ﷺ کا ذکر اذان میں سنا اور اِس کے ساتھ اپنی دونوں انگلیوں اور انگوٹھوں کو اکٹھا کیا اور ان کو اپنی دونوں آنکھوں پر ملا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ اور ابن صالح نے کہا اور بعض بزرگوں سے بھی سنا کہ اپنی دونوں آنکھوں کو ملتے وقت کہے صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا قرۃ عینی۔ تو فرمایا میں نے جب سے یہ عمل کیا ہے میری آنکھیں نہیں دکھیں اور

یہ تمام بزرگوں کا تجربہ ہے۔اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی یہی روایت کی ہے (تذکرۃ الموضوعات سید تکلان 34)

اور انجیل برنباس میں ہے کہ

''مرحبا تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو اس وقت کے بہت سال بعد دنیا میں آئے گا اور میرا رسول ہو گا اس کے لیے میں نے چیزوں کو پیدا کیا ہے، وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا

پس آدم علیہ السلام نے کہا: اے پروردگار! یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں پر عطا کی، داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لا الہ الا اللہ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر محمد رسول اللہ۔تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا۔''(انجیل برنباس 60)

میرے بھائی! درود شریف پڑھنے کے بے پناہ فضائل ہیں لیکن اِس کے ساتھ ساتھ درود شریف نہ پڑھنے والے کے لیے بہت ساری وعیدیں بھی ہیں، اِسی طرح درود شریف کو بے ادبی کے ساتھ، ناپاکی کی حالت میں، جان بوجھ کر مختصر کرنا یا ہلکا جان کر پڑھنا بھی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ناراضگی کا باعث بن سکتا ہے، اللہ کریم ہمیں زیادہ سے زیادہ اور مکمل درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کتاب ''معدن کرم'' میں ہے کہ حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری، حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص میاں علی محمد مرحوم موضع سلطان خان سے حاضر ہوا اور اُس نے حضرت صاحب کی پشت کے پیچھے ہو کر درودِ پاک پڑھنا شروع کر دیا، حضرت نے فوراً منہ پھیر کر فرمایا: ''علی محمد! درودِ پاک پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رُخ دو زانو بیٹھ کر پڑھا جائے، کسی کی پشت کے پیچھے درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔''

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب ایسا لازم و ضروری ہے کہ جیسے ہی اللہ کے برگزیدہ بندے کی بارگاہ میں خلاف ورزی ہوئی، اُنہیں اُسی وقت نورِ ایمان سے پتہ چل گیا اور اُنہوں نے اصلاح فرمائی۔

امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رَغِمَ اَنفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِندَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ یعنی اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

بخاری شریف میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منبر کے قریب ہو جاؤ، ہم لوگ حاضر ہو گئے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین، جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین، جب تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی بات

سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس وقت جبریل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو اُنہوں نے کہا، ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اُس کی بخشش نہ ہوئی، میں نے کہا، آمین۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا، آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص، جس نے اپنے والدین یا اُن میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور وہ اُس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی وہ اُن کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا)۔ تو میں نے کہا، آمین۔

یہ حدیث پاک حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے، بہر حال اِس حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام نے تین بددعائیں دی ہیں اور نبی کریم ﷺ نے اُن پر آمین فرمائی۔ اللہ کریم جل شانہٗ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہر بددعا سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

''شفاء القلوب'' میں ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اُس کے لیے قبر کھودی گئی، قبر میں ایک کالا سانپ نظر آیا تو لوگوں نے گھبرا کر وہ قبر بند کر دی اور ایک دوسری جگہ پر قبر کھودی، وہاں بھی وہی سانپ موجود تھا، جب تیسری جگہ قبر کھودی تو پھر سانپ موجود تھا، آخر کار سانپ نے زبان سے پکار کر کہا: تم جہاں بھی قبر کھودو گے، میں وہاں پہنچوں گا، لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ یہ قہر و غضب کیوں ہے؟ سانپ بولا، ''یہ شخص جب نبی کریم ﷺ کا اسمِ پاک سنتا

تھا تو درود شریف پڑھنے میں بخل سے کام لیتا تھا۔ اللہ اکبر

دینی بھائیو! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ہر وقت ڈرنا چاہیے اور اُس کی رحمت طلب کرنی چاہیے۔ اللہ کریم جل شانہٗ کی رضا حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ درود شریف ہے لہذا خوب ادب و احترام سے درودِ پاک کا تحفہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے۔

میرے بھائی! آج کل بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی کے اوپر صرف "ص" ڈال دیتے ہیں جو کہ انتہائی غلط ہے بلکہ سعادۃ الدارین میں ہے، حضرت ابوزکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے ایک دوست نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ بصرہ میں ایک آدمی حدیث پاک لکھا کرتا تھا اور قصداً کاغذ کی بچت کے لیے نبی کریم ﷺ کے نام مبارک پر درود شریف لکھنا چھوڑ دیتا تھا، اُس کے دائیں ہاتھ میں ایک بیماری لگ گئی اور اُس کا ہاتھ گل سڑ گیا اور وہ اِسی تکلیف میں مر گیا۔ اِسی طرح ایک شخص، حضور نبی اکرم ﷺ کے اسم پاک کے ساتھ صرف "صلعم" لکھنے کا عادی تھا، اُس کی موت سے پہلے زبان کاٹ دی گئی۔

لہذا میرے بھائی! جب حضور نبی اکرم ﷺ کا اسمِ مبارک سنیں تو فوراً رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھیں اور درود شریف پڑھنے لکھنے میں پوری احتیاط کرنی چاہیے یعنی مکمل درود شریف پڑھنا اور لکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنے فضل و رحمت سے نوازے اور عذاب و قہر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَسَلَّم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ حقوق العباد

اسلامی تعلیمات میں حقوق العباد کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور حقوق العباد یہ ہیں کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے سے ملے تو اُسے سلام کہے، جب وہ اُسے مدعو کرے تو اس کی دعوت قبول کرے، جب اُسے چھینک آئے تو اس کا جواب دے، جب وہ بیمار ہو تو اُس کی عیادت کو جائے، جب وہ مرجائے تو اُس کے جنازہ میں حاضر ہو، جب وہ قسم دلائے تو اس کی قسم کو پورا کرے، جب وہ نصیحت کا خواستگار ہو تو اسے نصیحت کرے، اس کی عدم موجودگی میں اس کی پیٹھ پر حفاظت کرے یعنی اس کی غیبت نہ کرے اور اس کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ہر وہ چیز جسے وہ اپنے لئے ناپسند سمجھتا ہے اس کے لئے بھی مکروہ سمجھے۔

☆

میرے بھائی! حقوق العباد کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے کیونکہ حقوق اللہ میں اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کی رحمت سے اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ یوم حساب کو معاف فرما دے گا لیکن اگر حقوق العباد میں کوئی کوتاہی ہو تو خاص اُسی سے معافی مانگنا ہوگی جس کا حق تلف ہوا اور جس کو تکلیف پہنچی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: (اے میرے صحابہ!) تم جانتے ہو، مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ تو کوئی روپیہ پیسہ ہو اور نہ ہی کوئی سامان۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے پاس نماز، روزہ اور زکوٰۃ ہوگی لیکن اُس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، پس وہ بیٹھا ہوگا اور لوگ (اُس کے جرائم کے بدلے) اُس کی نیکیاں لے جائیں گے، اگر گناہوں کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو اُن کے گناہ اُس پر ڈالے جائیں گے پھر اُسے جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(ترمذی شریف مترجم صفحہ ۱۳۳، باب صفۃ القیامۃ)

☆

میرے بھائیو! اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کی پناہ مانگنی چاہیے اور اُس کے قہر وعذاب سے ڈرنا چاہیے، آج ہی اپنا جائزہ لیجئے، اگر آپ نے کسی کا حق دبایا ہے، کسی کو تکلیف پہنچائی ہے، کسی کی غیبت کی ہے یا کسی کی چغلی کھائی ہے تو فوراً اُس سے اِسی دنیا میں معافی مانگ لیں ورنہ روزِ قیامت بھاری قیمت چکانا پڑے گی۔

ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اُمت کے ساتھ محبت فرماتے ہیں، اِسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس کے پاس اپنے بھائی کی عزت اور مال کا حق ہے اور وہ پکڑے جانے سے پہلے صاحب حق سے معافی مانگ کر سبکدوش ہو جائے اور اس جگہ نہ تو دینار ہوں گے اور نہ ہی درہم اور اس کی نیکیاں ہوں گی تو نیکیوں میں بدلہ چکایا جائے گا اور اگر نیک اعمال نہیں ہوں گے تو ان (مظلومین) کے گناہ اُس پر ڈالے جائیں گے۔

(ترمذی شریف مترجم صفحہ ۱۳۴، باب صفۃ القیامۃ)

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی گناہوں کے سبب رزق سے محروم ہو جاتا ہے، دعا تقدیر کو لوٹا دیتی ہے اور حسن خلق عمر کو درازی عطا کرتا ہے۔ ترمذی کی ایک روایت ہے، دعا قضا کو لوٹا دیتی ہے اور حسن سلوک عمر کو دراز کر دیتا ہے۔

☆

ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ بیوہ اور مسکین کی نگہداشت کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور اس شخص کی طرح ہے جو راتوں کو عبادت کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے پاس میری والدہ آئیں اور اس وقت تک وہ مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے متنفر ہیں، میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی رہو۔ (بخاری)

مسلم شریف کی روایت ہے، ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ہجرت اور جہاد کی بیعت کرتا ہوں، آپ نے پوچھا، تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کیا دونوں زندہ ہیں، آپ نے فرمایا: اپنے والدین کی خدمت کر!

ابویعلیٰ اور طبرانی کی روایت ہے، ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا میں جہاد کی تمنا رکھتا ہوں مگر چند مجبوریوں کی بنا پر معذور ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کیا میری ماں زندہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے توفیق مانگ کر ماں سے حسن سلوک کرتا رہ، تجھے حج عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب ملے گا۔

طبرانی میں ہے، ایک آدمی نے جہاد کی تمنا ظاہر کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا میری ماں زندہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماں کے قدموں کو پکڑ، جنت پالے گا۔ ابن ماجہ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اولاد پر والدین کے کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ تیری جنت یا جہنم ہیں۔

ابن ماجہ، نسائی اور حاکم کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میرا جہاد کرنے کا ارادہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ حضور نے فرمایا: کیا تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ نے فرمایا: ماں سے حسن سلوک کر، جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ

ﷺ نے پوچھا تیرے والدین ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا:
اُن کی خدمت کر جنت ان کے قدموں میں ہے۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ جو درازی عمر اور فراخیٔ رزق کی تمنا رکھتا ہو وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔

ابو یعلیٰ اور حاکم کی روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
جس نے والدین سے حسن سلوک کیا، اُسے مبارک ہو کہ اللہ تعالی نے اس کی عمر بڑھا دی۔

حاکم کی روایت ہے، دوسرے لوگوں کی عورتوں سے درگذر کرو، تمہاری عورتوں سے درگذر کیا جائے گا، اپنے والدین سے حسن سلوک کرو تمہاری اولاد تم سے حسن سلوک کرے گی۔ طبرانی کی روایت ہے اپنے والدین سے حسن سلوک کرو، تمہاری اولاد تم سے حسن سلوک کرے گی اور تم درگذر کرو تمہاری عورتیں بھی درگزر کریں گی۔

مسلم شریف کی روایت ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:
اُس کی ناک غبار آلود ہو، اس کی ناک غبار آلود ہو، اس کی ناک غبار آلود ہو، عرض کیا گیا: کس کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے والدین کو یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت حاصل نہیں کر سکا یا انہوں نے اُسے جنت میں داخل نہ کیا (والدین کو حسن سلوک سے راضی نہ کیا)

صحیحین کی روایت ہے کہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! لوگوں میں کون محبت کرنے کے زیادہ لائق

ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ماں! پوچھا پھر کون؟ فرمایا: ماں! پوچھا گیا پھر کون؟ فرمایا: ماں! جب چوتھی بار پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: باپ!

ترمذی، ابن حبان اور حاکم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، کیا میرے لئے توبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں ہے؟ عرض کیا نہیں! پھر آپ نے فرمایا: تیری خالہ ہے؟ عرض کیا، ہاں! فرمایا: جاؤ اور خالہ سے حسن سلوک کرو!

ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی رضا، والد کی رضا میں ہے یا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد یا والدین کی ناراضگی میں ہے۔

طبرانی کی ایک روایت ہے، والد یا والدین کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے اور والد یا والدین کی نافرمانی میں اللہ کی نافرمانی ہے۔

بزاز کی ایک روایت ہے، آپ نے فرمایا والدین کی رضا میں رب کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔

☆

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! والدین کی موت کے بعد اُن سے نیکی کرنے کی کوئی صورت ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اُن کے لئے دعائے مغفرت کرو، اُن کے وعدوں کو پورا کرو، اُن کے رشتہ داروں سے تعلق رکھو اور اُن کے دوستوں کی عزت کرو۔ ابن حبان کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ اس جوان

نے کہا: یہ کتنی عمدہ اور جامع بات ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اس پر عمل کرو۔

امام مسلم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف جا رہے تھے، راستہ میں ایک بدو ملا، آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے اپنے گدھے پر سوار کیا اور اپنی پگڑی اتار کر اسے دے دی۔ ابن دینار نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے یہ بدوی لوگ تو معمولی سی عطا سے خوش ہو جاتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِس کا باپ میرے باپ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: بہترین نیکی بیٹے کا اپنے باپ کے دوستوں کو عزیز رکھنا ہے۔

صحیح ابن حبان میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مدینہ میں آیا تو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما میرے یہاں تشریف لائے اور فرمایا: جانتے ہو، میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قبر میں سوئے ہوئے باپ سے نیکی چاہتا ہے وہ اس کے دوستوں سے حسن سلوک کرے، میرے باپ عمر رضی اللہ عنہ اور تمہارے درمیان بھائی چارہ تھا، میں اس لیے حاضر ہوا ہوں۔

☆

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں جائیں گے اور پھر آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو تھوڑا سا کھول کر ان کی طرف اشارہ فرمایا۔

ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان یتیم کی

کھانے پینے کے معاملے میں کفالت کی تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بھیجے گا مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ نہ کرے جو لائق بخشش نہ ہو۔

ترمذی کی بسند حسن روایت ہے کہ جس کسی نے یتیم کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لائق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت ہے کہ جس شخص نے اللہ کی خوشنودی کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اُسے ہر اُس بال کے بدلہ میں جو اس کے ہاتھ کے نیچے آیا، نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے کسی یتیم سے نیکی کی یا اُس کی پرورش کی تو میں اور وہ جنت میں دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔

صحیحین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ، یتیم اور مسکین کی پرورش کرنے والا ایسا ہے جیسے راہ خدا میں جہاد کرنے والا۔ راوی کہتا ہے، غالباً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس شخص کی طرح اَجر پاتا ہے جو راتوں کو عبادت کرتا ہے اور دن میں روزہ سے رہتا ہے۔

☆

بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات مہلک باتوں سے بچو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! وہ کونسی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا، کسی کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا وغیرہ۔

☆

حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: چار شخص ایسے ہیں کہ یہ اللہ کا عدل ہوگا کہ انہیں جنت میں نہ داخل کرے اور نہ ہی انہیں جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے دے، ۱۔شرابی ۲۔سود خور ۳۔ناحق یتیموں کا مال کھانے والا اور ۴۔والدین کا نافرمان

صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے توسط سے یمن والوں کو جو احکام بھجوائے تھے، اُن میں یہ بھی تھا کہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کی بارگاہ میں سب سے بڑا ،اللہ کا شریک ٹھہرانا، ناحق کسی مومن کو قتل کرنا، جنگ کے دن میدان سے فرار، والدین کی نافرمانی، پاکباز عورتوں پر تہمت لگانا، جادو سیکھنا، سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا ہے۔

قرطبی کی تفسیر میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں نے ایسی قوم کو دیکھا، جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں جیسے تھے اور ان پر کچھ لوگ مقرر ہیں جو ان کے ہونٹ پکڑ کر ان کے منہ میں جہنم کے پتھر ڈال رہے ہیں جو اُن کے نیچے سے نکل رہے ہیں، تب میں نے پوچھا جبریل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، یہ وہ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے تھے۔

☆

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ

نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ اُن سے اچھا سلوک کرے تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔

(ترمذی مترجم، باب البر والصلۃ، صفحہ ۹۰۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی بیٹیوں کے ساتھ آزمایا گیا، پھر اُس نے اُن پر صبر کیا تو وہ اُس کے لیے جہنم سے پردہ ہوں گی۔

(ترمذی مترجم، باب البر والصلۃ، صفحہ ۹۰۰)

☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس کی خیانت کرتا ہے نہ اُس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اُسے ذلیل کرتا ہے، ہر مسلمان کی عزت، مال اور جان دوسرے پر حرام ہے، تقویٰ یہاں ہے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل کی طرف اشارہ فرمایا) کسی انسان کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (ترمذی مترجم، باب البر والصلۃ، صفحہ ۹۰۴)

☆

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے، (یعنی ناراض رہے) کہ دونوں کی ملاقات ہو تو یہ ادھر منہ پھیرے اور وہ ادھر منہ پھیرے، ان میں سے بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

(ترمذی مترجم، باب البر والصلۃ، صفحہ ۹۰۶)

☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! غیبت کیا چیز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تو اپنے بھائی کے بارے میں ایسی بات کرے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ پوچھا گیا: بتایئے اگر وہ بات اُس میں واقعی پائی جاتی ہو (تو کیا پھر بھی غیبت ہوگی)، فرمایا: اگر وہ بات اُس میں ہے جو تو کہہ رہا ہے تو یہ غیبت ہے اور اگر اُس میں موجود ہی نہیں تو پھر بہتان ہوگا۔

(ترمذی مترجم، باب البر والصلۃ، صفحہ ۹۰۷)

☆

حضرت ابو صرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو کسی کو ضرر پہنچائے، اللہ تعالیٰ اُسے تکلیف میں مبتلا کرتا ہے اور جو کسی کو مشقت میں ڈالے، اللہ تعالیٰ اُس کو مشقت میں مبتلا کرتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یوں بھی روایت موجود ہے کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کو تکلیف پہنچائے یا دھوکہ دے وہ ملعون ہے۔ (ترمذی مترجم، باب البر والصلۃ، صفحہ ۹۰۹)

☆

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنے خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاموش رہے تو اُس نے دوبارہ عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنے خادم کو کتنی بار معاف کروں؟

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر روز ستر مرتبہ۔

(ترمذی شریف مترجم، باب البر والصلۃ، صفحہ ۹۱۲)

☆

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر پر تشریف لے گئے اور سفر کے دوران ساتھیوں کو بکری بھوننے کا حکم دیا۔ ایک صاحب نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں اس کو ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں اس کا گوشت تیار کروں گا۔ تیسرے صاحب نے اس کو پکانے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اور جنگل سے لکڑیاں میں لاؤں گا"۔ اصحاب رسول ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم جو حاضر ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "ٹھیک ہے، مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ میں امتیاز کے ساتھ الگ بیٹھا رہوں۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا ہے کہ کوئی شخص اپنے رفیقوں میں ممتاز بننے کی کوشش کرے"۔

میرے بھائیو! یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو نگران مقرر کیا گیا ہے تو حقوق العباد میں آپ کی زیر نگرانی سب کے حقوق کے بارے میں سوال ہوگا۔ لہذا لوگوں کے حقوق کے سلسلہ میں خاص طور پر احتیاط برتنی چاہیے کیونکہ حقوق العباد میں کوتاہی سزا میں سخت اور معافی میں بہت مشکل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین کی راہ میں خرچ کرنا

اسلامی تعلیمات کے ہر ایک ضابطے میں بے شمار حکمتیں چھپی ہوئی ہیں چنانچہ صدقہ، ایثار، سخاوت اور دین کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ بہت سے اچھے نتائج فراہم کرتا ہے۔ اِس جذبے کے صرف انفرادی ہی نہیں بلکہ اجتماعی اور معاشرتی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں، معاشرے کے اندر برائی پھیلانے کی ایک بڑی وجہ جذبہء ایثار میں کمی ہے کیونکہ غرباء جب امراء کو بے جاء مال و دولت خرچ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اُس میں سے کوئی حصہ بھی نہیں پاتے تو شیطان کے پھندے کا شکار ہو جاتے ہیں اور جرائم کی راہ چل نکلتے ہیں۔ جذبہء ایثار اور دین کی راہ میں خرچ کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان دنیا کے مال کی محبت میں گرفتار نہیں ہوتا، یہ محبت اِس قدر نقصان دہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مجھے تم سے اِس بات کا اندیشہ نہیں کہ تم شرک کرو گے بلکہ تم دنیا کے مال کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ (بحوالہ: بخاری جلد ا صفحہ ۱۷۹)

لہذا میرے بھائی! آج غور کرنے کی ضرورت ہے، ہمارے گھروں میں بے شمار چیزیں ایک عرصہء دراز تک استعمال نہیں ہوتیں لیکن کوئی اُن کے لیے ترس رہا ہوتا ہے، ہمارے اکاؤنٹس میں رقوم پڑی رہتی ہیں لیکن کوئی دو وقت کی روٹی کے لیے حرام موت کی راہ چل نکلتا ہے، ہمارے گھروں میں کئی اقسام

کے کھانے پڑے رہتے ہیں اور کوئی بھوک کی وجہ سے دم توڑ رہا ہوتا ہے۔

آیئے! ہم عہد کرتے ہیں کہ اپنے اردگرد کے ماحول پر نظر رکھیں گے، کوئی بھوک کی وجہ سے ہلاکت کا شکار نہ ہو، کوئی غربت کی وجہ سے جرائم پیشہ نہ بنے اور کوئی ضرورت مند شیطان کے ہتھے نہ چڑھے۔

☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ نہایت خسارہ میں ہیں، مَیں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کون لوگ؟ فرمایا: جن کے پاس اموال بہت زیادہ ہیں سوائے اُس کے، جس نے اِدھر اُدھر خرچ کیا یعنی اپنے آگے اور دائیں بائیں اور ایسے (لوگ) بہت کم ہیں۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۰۳)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے، اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ موت کے وقت سو درہم صدقہ کرے۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی جنگل میں جا رہا تھا، اُس نے بادل سے ایک آواز سنی، کوئی کہہ رہا ہے، فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو! وہ بادل ایک طرف چلا پھر وہاں پتھریلی زمین پر برسا، ایک نالی نے وہ سب پانی جمع کیا، وہ آدمی اس پانی کے

پیچھے ہولیا، وہاں ایک آدمی بیلچہ لیے باغ کو پانی دے رہا تھا، اس نے کہا: اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، فلاں ہے، وہی نام جو اُس نے بادل سے سنا تھا، اس نے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھ رہا ہے؟ اُس نے کہا، میں نے اس بادل سے جس کا یہ پانی ہے، سنا تھا، اس سے آواز آرہی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو، اُس بادل نے تیرا نام لیا تھا، تو اس (باغ) میں (کونسا عمل) کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا، جبکہ تو نے ایسا سن لیا ہے تو میں بتلاتا ہوں کہ اس باغ سے جو پیداوار ہوتی ہے، میں اس کو دیکھتا ہوں اور ایک تہائی صدقہ کر دیتا ہوں، ایک تہائی مَیں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور اس باغ میں سے ایک تہائی لوٹا دیتا ہوں (یعنی باغ پر لگا تا ہوں)

(مسلم، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۰۵)

اُم المؤمنین، سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت علیل ہوئے، میرے پاس چھ یا سات دینار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ان کے تقسیم کرنے کا حکم دیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری میں مشغول ہونے کی وجہ سے بھول گئی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ان کے متعلق دریافت کیا کہ ان دیناروں کا کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: مَیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے بھول گئی ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منگوائے اور اپنے ہاتھوں میں اُن کو رکھا پھر فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کے نبی کا کیا گمان ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کو ملے تو یہ دینار اس کے پاس ہوں۔

(احمد، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ان کے پاس کھجوروں کی ایک گٹھڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! یہ کیا ہے؟ اُنھوں نے کہا: مَیں نے کچھ کھجوریں کل کے لیے جمع کر رکھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ کل کو قیامت کے دن ان (کھجوروں) کی وجہ سے دوزخ کا بخار دیکھے؟ اے بلال رضی اللہ عنہ! خرچ کر اور عرش والے سے فقر کا ڈر نہ رکھ۔ (بیہقی فی الشعب الایمان، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، سخی اس کی ٹہنیاں پکڑ لیتا ہے، وہ ٹہنی اُسے نہیں چھوڑے گی اور اُس کو جنت میں داخل کردے گی اور بخل دوزخ کا ایک درخت ہے، بخیل اُس کی ٹہنیاں پکڑ لیتا ہے اور وہ ٹہنی اُسے نہیں چھوڑے گی یہاں تک کہ اس کو دوزخ میں داخل کردے گی۔

(بیہقی فی الشعب الایمان، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے پاک کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کو ہی قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس کو دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اس طرح پالتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی ایک اپنے بچھیرے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ یا اسکا ثواب اُحد پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ بندے کو معاف کر دیتا ہے اور اُس کی عزت بڑھاتا ہے اور جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۰)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان آدمی کے لیے صدقہ لازم ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، لیکن اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو؟ فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کام لے، اپنے نفس کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اگر اسکی طاقت بھی نہ رکھے یا ایسا نہ کر سکے تو؟ فرمایا: کسی ضرورت مند غمگین شخص کی اعانت کرے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکے تو؟ فرمایا: نیکی کا حکم دے، عرض کیا کہ اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکے؟ فرمایا: وہ خود برائی سے باز رہے یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہت دودھ والی اونٹنی عاریتاً دے دینا بہت اچھا صدقہ ہے، زیادہ دودھ والی بکری عاریتاً دے دینا بہت اچھا صدقہ ہے، جو صبح کو دودھ کا برتن دے اور شام کو دودھ کا برتن دے۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی بوئے اس سے کوئی انسان یا پرندہ یا

کوئی مویشی کھالیتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک بدکار عورت کو بخش دیا گیا وہ ایک کتے کے پاس سے گذری جو کنویں کے قریب کھڑا پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہانپ رہا تھا، قریب تھا کہ شدتِ پیاس سے وہ مر جائے، اس نے اپنا موزہ اتار کر اپنی اوڑھنی کے ساتھ اس کو باندھا پھر اس کے لیے پانی نکالا، چنانچہ اس عمل کی وجہ سے اس کو بخش دیا گیا، عرض کیا گیا: کیا بہائم اور مویشیوں میں (صدقہ کرنے سے) بھی ثواب ملتا ہے؟ فرمایا: ہر تر جگر کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں ثواب ہے۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص ایک درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزرا جو راستہ پر تھی، اس نے کہا میں مسلمانوں کے راستہ سے اس کو ضرور ہٹا دوں گا تاکہ وہ ان کو تکلیف نہ پہنچائے، چنانچہ اِس عمل کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دیا گیا۔

(متفق علیہ ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ و خیرات اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۴)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، پوچھا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اُمِ سعد رضی اللہ عنہا فوت ہوگئی ہیں؟ کونسا صدقہ (دینا اُن کے لیے زیادہ بہتر اور) افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی؟

چنانچہ اُنہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا یہ امِ سعد کا ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ننگے پن کی حالت میں جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے ،اللہ تعالیٰ اس کو سبز لباس جنت میں پہنائے گا، جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان شخص کو کھانا کھلاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا، جو شخص پیاس کی حالت میں کسی مسلمان شخص کو پانی پلاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مہر لگی ہوئی شراب سے پلائے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۴)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دودھ کے لیے جانور دے دے یا کسی کو چاندی بطور قرض دے دے یا کسی کو راستہ بتا دے، اس کے لیے غلام آزاد کرنے کی مانند ثواب ہے۔

(ترمذی ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے راستہ میں ہر مال سے دو دو چیزیں خرچ کرتا ہے، جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے، ہر ایک اس کو اپنی طرف دعوت دے گا، میں نے عرض کیا: اور وہ کس طرح دو دو خرچ کرے؟ فرمایا: اگر اونٹ ہیں تو دو اونٹ، اگر گائیں ہیں دو گائیں۔

(نسائی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۷)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: افضل دینار وہ ہے جس کو آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور ایک دینار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جانور پر خرچ کیا ہے، ایک دینار وہ

ہے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔(مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ابوطلحہ کے پاس سب انصار سے بڑھ کر کھجوریں تھیں اور اس کو اپنے اموال میں سب سے بڑھ کر پیارا حاء نامی کنواں تھا، وہ مسجد کے بالمقابل تھا، رسول اللہ ﷺ اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا عمدہ پانی پیتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جس وقت یہ آیت اتری لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ”تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے، جب تک وہ چیز خرچ نہ کرو جسے تم محبوب رکھتے ہو“ چنانچہ ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے فرمایا ہے کہ تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک وہ چیز خرچ نہ کرو جس کو تم دوست رکھتے ہو اور مجھے اپنے اموال میں سے محبوب بیرحاء ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ ہے، میں اس کے اجر اور ثواب کی امید اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جہاں آپ چاہتے ہیں، اس کو رکھ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شاباش، شاباش یہ بڑا نفع دینے والا مال ہے، جو کچھ تو نے کہہ دیا ہے، مَیں نے سن لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ تو اس کو اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کردے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ایسا ہی کروں گا، ابوطلحہ نے اپنے اقارب میں عم زاد بھائیوں میں وہ کنواں تقسیم کردیا۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ توبہ و استغفار

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ اپنی کتابِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے صاف ستھروں کو۔ (البقرۃ:۲۲۲)

میرے بھائی! انسان غلطیوں کا پُتلا ہے، خطا ہو جانا کچھ بڑی بات نہیں لیکن خطا پر قائم رہنا بہت بڑی غلط بات ہے، کیونکہ ہمارا رب، ہمارا اللہ عزوجل اور ہمارا خالق و مالک اپنی مخلوق سے بے حد پیار کرتا ہے، ذرا سوچئے تو سہی کہ ہم خطاؤں پر خطائیں کرتے ہیں لیکن اُس کی عطا میں کوئی کمی نہیں، ہم اُس کی عبادت سے جی چراتے ہیں لیکن اُس کے رزق میں وسعت ہی وسعت ہے، غور کیجئے! ہمارا رب ہم سے کتنا پیار کرتا ہے!

صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: ’’حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی آئے، اِن قیدیوں میں ایک عورت گھبرائی گھبرائی پریشان پھر رہی تھی، (شاید اُس کا بچہ گم ہو گیا تھا) جب قیدیوں میں اُسے کوئی بچہ دکھائی دیتا تو وہ اُسے لپک کر اُٹھا لیتی اور چھاتی سے لگا کر اُسے دودھ پلانا شروع کر دیتی (اُس کی یہ کیفیت دیکھتے

ہوئے) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ کی قسم! وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتی۔ تب آپ نے فرمایا: جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنے بندوں پر اِس سے کہیں زیادہ مہربان ہے۔

میرے بھائی! توبہ کی قبولیت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اور بہت زیادہ توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہیے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُ اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْالِذُنُوْبِهِمْ ص وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف ص وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: ”اور اگر کبھی ان سے کوئی فحش کام سرزد ہوجاتا ہے یا وہ اپنے اوپر کبھی زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو معاً انہیں خدا یاد آجاتا ہے اور وہ اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور خدا کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کر سکتا ہو؟ اور وہ جانتے بوجھتے اپنے کئے پر ہرگز اصرار نہیں کرتے“

(آل عمران:۱۳۵)

اِسی طرح سورۃ زمر میں ارشاد ہے:

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ O وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ

يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے میرے وہ بندو ! جو اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھے ہو۔ خدا کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا یقیناً خدا تمہارے سارے کے سارے گناہ معاف فرما دے گا وہ بہت ہی معاف فرمانے والا اور بڑا ہی مہربان ہے اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری بجالاؤ اس سے پہلے کہ تم پر کوئی عذاب آپڑے اور پھر تم کہیں سے مدد نہ پاسکو۔" (الزمر:۵۳۔۵۴)

اور سورۃ شوریٰ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الشوریٰ ۲۵)

ترجمہ :اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے اور وہ سب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

سورۃ التحریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ :اے ایمان والو! خدا کے آگے سچی اور خالص توبہ کرو۔ امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہوں کو تم سے دور فرما دے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اس دن خدا اپنے رسول کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لا کر اُس کے ساتھ ہو لیے ہیں، رسوا نہیں کرے گا۔ (سورۃ التحریم:۸)

سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ٥
وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ ج
حَتّٰٓى إِذَا أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ
الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ" ط
أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (النساء:۱۸-۱۷)

ترجمہ: "اور توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے ان کے لیے جو نادانی میں گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں، پس یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ توجہ فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے اور نہیں یہ توبہ (جس کے قبول کرنے کا وعدہ ہے) اُن لوگوں کے لیے جو کرتے ہیں برائیاں (ساری عمر) یہاں تک کہ جب آ جائے کسی ایک کو ان میں سے موت تو کہتے ہیں، بے شک میں توبہ کرتا ہوں اب، اور نہ اُن لوگوں کی توبہ (قبول ہے) جو مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کافر ہیں، انہی کے لیے ہم نے تیار کر رکھا ہے دردناک عذاب۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔

(بخاری، مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 508)

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، میں اللہ کی طرف دن میں سو بار توبہ کرتا

ہوں۔(مسلم،مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 508)

تمام انبیاء گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں اور ہمارے نبی کریم ﷺ تو سب سے بڑھ کر طیب وطاہر ہیں، چونکہ نبی کا ہر عمل قابل اتباع و اطاعت ہوتا ہے، اس لیے حضور ﷺ بعض دیگر امور کی طرح استغفار بھی تعلیمِ امت کی خاطر فرماتے تھے یا اپنی عاجزی، تواضع اور انکساری کی خاطر استغفار فرماتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ کی ایک دعا سے پتہ چلتا ہے جو کہ آپ ﷺ مانگا کرتے تھے: اللھم احینی مسکیناً و توفنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النصر میں فرمایا ہے کہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور استغفار کریں، دراصل یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اِس لیے آپ ﷺ کو دیا تھا کہ خود اُسی کا فرمان ہے: ان اللّٰہ یحب التوابین، اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے، اِسی لیے حضور ﷺ اپنے گناہوں کی وجہ سے استغفار نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے استغفار کرتے تھے۔

عزیز بھائیو! توبۃ النصوح یہ ہے کہ انسان ظاہر و باطن سے توبہ کرے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم صمیم کرے، جو شخص ظاہری طور پر توبہ کرتا ہے اس کی مثال ایسے مردار کی ہے جس پر ریشم و کمخواب کی چادریں ڈال دی گئی ہوں اور لوگ اسے حیرت و تعجب سے دیکھ رہے ہوں، جب اس سے چادریں ہٹالی جائیں تو لوگ منہ پھیر کر چل دیں اسی طرح لوگ عبادت و ریاکاری کرنے والوں کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے رہتے ہیں لیکن قیامت کا دن ہوگا تو ان کے فریب کا پردہ چاک کر دیا

جائے گا اور فرشتے منہ پھر کر چل دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مومن سے بہت خوش ہوتا ہے جو گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو بہت توبہ کرتا ہے۔ (مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 517)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کا کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر اِس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص جنگل کی زمین میں اپنی سواری پر جائے اور سواری اُس سے نکل جائے جس پر اس کے کھانے اور پینے کی چیزیں ہوں، وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے جس وقت وہ اپنی سواری سے مایوس ہو کر لیٹا ہوا ہو، اچانک وہ سواری اُس کے پاس کھڑی ہو، وہ اُس کی مہار پکڑ لے اور خوشی کی شدت سے یہ کہے، اے اللہ عزوجل! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، یعنی شدتِ مسرت کی وجہ سے الفاظ الٹ جائیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ رات بھر ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا (رات کو) اور دن بھر ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے کہ رات کو گناہ کرنے والا (دن میں) توبہ کرلے، (یہ اس وقت تک رہے گا) حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو، (اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوگی)۔

(مسلم، مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 510)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب بندہ گناہ کا اعتراف کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔

(متفق علیہ، مشکوۃ شریف مترجم جلداوّل صفحہ نمبر 510)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب کی طرف سے سورج نکلنے سے پہلے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف مترجم جلداوّل صفحہ نمبر 510)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں دو شخص آپس میں دوست تھے، ایک بہت عابد تھا، دوسرا گنہگار۔ عابد گنہگار سے کہتا تھا کہ تو گناہوں سے باز آ جا، گنہگار کہتا، تو مجھے اللہ کے سپرد رہنے دے، اُس عابد نے ایک دن اُسے گناہ میں مشغول پایا تو بہت سمجھایا لیکن اُس نے کہا کہ تو مجھے اللہ کے سپرد رہنے دے کیا تو مجھ پر داروغہ ہے؟ عابد نے قسم کھائی کہ اللہ تجھے نہیں بخشے گا اور جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اُن کی روح قبض کی وہ دونوں اللہ کریم عزوجل کے سامنے اکٹھے ہوئے تو ربِ کائنات نے گنہگار سے فرمایا: میری رحمت کے سبب جنت میں داخل ہو اور دوسرے کو فرمایا: کیا تو میرے بندے کو میری رحمت سے محروم کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ اُس نے کہا: نہیں، فرمایا: اِس کو دوزخ میں لے جاؤ۔

(احمد بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلداول)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کہا، اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا، (لیکن) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کون شخص مجھ پر ایسا گمان کرتا ہے کہ میں

فلاں کونہیں بخشوں گا، (اے یہ بات کہنے والے!) تیرے اس قول کی وجہ سے تیرے عمل ضائع کردیئے گئے اور فلاں کو بخش دیا گیا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف مترجم جلداوّل صفحہ نمبر 510)

میرے بھائی! اللہ کریم جل شانہٗ کی وسیع رحمت کو محدود جاننا اُس کی شان میں گستاخی ہے، بعض اوقات ہم میں سے کچھ بغیر تصدیق یا دلیل دعویٰ کردیتے ہیں جو نہایت نامناسب فعل ہے، ہر وقت اللہ کریم کے قہر سے ڈرنا چاہیے اور اُس کی رحمت سے پراُمید رہنا چاہیے، اِس حدیث پاک میں یہی بیان ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے مانگے گا اور مجھ سے ہی امید رکھے گا تو میں تجھے بخش دوں گا اور اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں اور تو مجھ سے بخشش مانگے تو میں تجھ کو بخش دوں گا اور میں اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا، اے بنی آدم! اگر تیری ملاقات اس حالت میں ہو کہ زمین کی پورائی کے برابر خطائیں ہوں مگر تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں بھر زمین بخشش کی لے کر تجھ سے ملوں گا۔ (روایت کیا اِس کو ترمذی نے، روایت کیا اِس کو احمد دارمی نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے، مشکوۃ شریف مترجم جلداوّل صفحہ نمبر 511)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص نے مجھے بخشنے پر قادر جانا تو میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں

اور اس کے گناہوں کی مجھے پرواہ نہیں جب تک کہ وہ شرک نہ کرے۔

(مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 511)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، نبی مکرم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص استغفار کو لازم کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ پیدا فرماتا ہے اور ہر غم سے خلاصی فرماتا ہے جہاں سے اُسے گمان ہی نہیں ہوتا روزی دیتا ہے۔

(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 512)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے استغفار کیا اُس نے گناہ پر ہمیشگی نہیں کی، اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے۔

(ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 512)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 512)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نکتہ پیدا ہو جاتا ہے اگر توبہ کرے تو اس کو صاف کر دیا جاتا ہے اگر گناہ زیادہ کیا تو وہ نکتہ زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 512)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: جب تک بندے کو موت کا یقین نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 512)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان نے اپنے پروردگار سے عرض کی، اے میرے رب تیری عزت کی قسم، میں تیرے بندوں کو جب تک روح ان کے جسموں میں ہے، گمراہ کرتا رہوں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل نے فرمایا: مجھے اپنی عزت، بزرگی اور بلند مرتبہ کی قسم! میں ان کو ہمیشہ بخشتا رہوں گا جب تک وہ بخشش مانگتے رہیں گے۔

(احمد، مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 512)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نیک آدمی کے لیے جنت میں درجہ بلند کرتا ہے بندہ کہتا ہے اے اللہ تعالیٰ یہ درجہ مجھ کو کہاں سے ملا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ درجہ تیرے بیٹے کے تیرے لیے استغفار کرنے کے سبب تجھے ملا۔ (احمد، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 515)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبر میں مُردہ ڈوبنے والے اور فریاد کرنے والے کی مانند ہوتا ہے، وہ دُعا کا منتظر ہوتا ہے، اس کے ماں باپ کی طرف سے پہنچے یا بھائی یا دوست کی طرف سے، جب اسکے پاس دعا پہنچتی ہے تو یہ دعا اس کو دنیا و مافیہا سے بہتر اور پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو پہنچاتا ہے، زمین والوں کے سبب دُعا پہاڑوں کی مانند، مردوں کی طرف زندوں کا تحفہ استغفار کرنا ہے۔

(روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں، مشکوۃ شریف مترجم

جلداوّل صفحہ نمبر 515)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ سے ملاقات کی اس حال میں کہ اس نے اللہ سے کسی کو برابر نہیں کیا، اگراس کے گناہ پہاڑ کے برابر ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔

(روایت کیا اس کو بیہقی نے، مشکوۃ شریف مترجم جلداوّل صفحہ نمبر 517)

☆

میرے بھائی! جس طرح ہر عمل کی قبولیت کا کچھ معیار ہوتا ہے، اِسی طرح توبہ کی قبولیت کا بھی کچھ معیار ہے، ہمیں اُس معیار کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ توبہ کی قبولیت میں یقین کامل حاصل ہوجائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا ارشادِ عالی شان ہے:

''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيْماً'' ﴿سورۃ النساء ؛ آیت:64﴾

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

میرے بھائی! اِس آیت کریمہ میں بتلایا جارہا ہے کہ اللہ کریم سے معافی طلب کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوکر اللہ تبارک و تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اگر رسول مکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہماری شفاعت فرمائیں تو اِس صورت میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ توبہ ضرور ضرور قبول فرمالے گا۔

عزیز بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے بعد ہمیں صالحین سے قربت کی تعلیم ملتی ہے کہ جن کی برکت سے اللہ کریم توبہ قبول فرما کر اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے۔ اِس سلسلے میں ایک مشہور حدیث پاک جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ہے، اُس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک آدمی نے ننانوے قتل کر دیے اور پھر (خوف خدا کی وجہ سے ایک دن) وہ توبہ کرنے کے لیے نکلا، وہ ایک عابد وزاہد کے پاس پہنچا اور اُس سے پوچھا کہ (میں ننانوے قتل کر چکا ہوں) کیا میرے لیے توبہ کی کوئی راہ ہے؟ وہ عابد وزاہد کہنے لگا، نہیں (تجھے کوئی معافی نہیں، کیونکہ ننانوے خاندانوں کے ساتھ قصاص و دیت کے معاملات کیسے طے کیے جا سکتے ہیں)، عابد وزاہد کا یہ فیصلہ سُن کر اُس نے اُسے بھی قتل کر دیا اور سو پورے ہو گئے۔ پھر ایک (درویش) آدمی اُسے ملا تو اُس سے پوچھا، کیا میرے لیے کوئی معافی کی صورت نکل سکتی ہے؟ اُس نے کہا: (فلاں جگہ پر صالحین کی ایک بستی ہے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری توبہ قبول ہو جائے تو) اُس بستی کی طرف جاؤ۔ وہ قاتل شخص اُس بستی کی طرف چل پڑا لیکن ابھی راستہ میں ہی تھا کہ اُسے موت نے آلیا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتے وہاں آ موجود ہوئے، عذاب کے فرشتوں کا کہنا تھا کہ یہ شخص بڑا ہی بدکار تھا، اِس نے سو قتل کیے ہیں لہذا ہم اِسے لے جائیں جبکہ رحمت کے فرشتوں کا کہنا تھا کہ یہ توبہ کی نیت کر چکا تھا اور توبہ کے لیے جا رہا تھا لہذا اِسے وہ لے کر جائیں گے۔ اللہ

تعالیٰ جل شانہٗ نے فیصلہ فرمایا کہ دونوں فاصلہ ناپو، اگر یہ صالحین کی بستی سے قریب ہے تو رحمت کے فرشتے لے جائیں اور اگر یہ صالحین کی بستی سے دور اور اپنے مقام سے نزدیک ہے تو عذاب کے فرشتے لے جائیں۔ دوسری طرف اللہ کریم جل شانہٗ نے زمین کو حکم دیا کہ صالحین کی بستی قریب ہو جائے اور دوسری بستی دور ہو جائے، چنانچہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں: فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَ اِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ چنانچہ جس طرح اللہ کریم کا حکم ہوا تھا، زمین سمٹ گئی، جب فرشتوں نے فاصلہ ماپ لیا تو اُسے صالحین کی بستی کی طرف ایک بالشت نزدیک پایا چنانچہ اُس کو بخش دیا گیا۔

(متفق علیہ، مشکوۃ شریف مترجم جلد اوّل صفحہ نمبر 509)

سبحان اللہ! اِس حدیث پاک پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص صالحین کی بارگاہ میں حاضری کے لیے نکلتا ہے، اللہ کریم جل شانہٗ کی رحمت اُس کے ساتھ ہوتی ہے۔

میرے بھائی! ہمیں چاہیے کہ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کی محافل میں گناہوں سے توبہ کرنے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا قرب تلاش کرنے کے لیے جائیں۔

دعا

اَللّٰھُمَّ یَارَبِّ بِجَاہِ نَبِیِّکَ الْمُصْطَفٰی وَحَبِیْبِکَ الْمُرْتَضٰی طَھِّرْ قُلُوْبَنَا مِنْ کُلِّ وَصْفٍ یُبَاعِدُنَا عَنْ مُّشَاھَدَتِکَ وَ مُحَبَّتِکَ وَاَمِتْنَا عَلٰی السُّنَّۃِ وَ الْجَمَاعَۃِ وَالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام ○

خدایا بدہ شوق ذاتِ رسول ﷺ	بدردِ محمد ﷺ مرا کن قبول
شب و روز در عشق حضرت بدار	ہمہ عمر در وصل احمد گزار
حیاتی مماتی ہمہ وقت ما	عطا کن وصال مرا مصطفٰے ﷺ
نداریم غیر از تو فریاد رس	توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگہدار مارا زراہ خطا	خطا در گزارو صوابم نما
اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے	امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
زمہجوری بر آمد جان عالم	ترحم یا نبی اللہ ﷺ ترحم
تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے	کنی بر حال لب خشکاں نگاہے
ہمہ انبیاء در پناہ تواند	مقیم در بارگاہ تواند
تو مہر منیری ہمہ اختراند	تو سلطان ملکی ہمہ چاکراند

وَ کُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَ اِنِّیْ	علٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالٖ
گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا	ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما
وز برائے حضرت خواجہ امیر الدین ولی	آنکہ چوں خضر است پیر کامل مرد جلی
وز برائے حضرت شیر محمد بدر عید	آنکہ از تیغ محبت کرد بسمل ہر کہ دید
وز برائے حضرت خواجہ ما سید محمد اسماعیل شاہ	در دو عالم ہست ذات پاک او مارا پناہ
نور چشم مصطفٰے و سید عالی مقام	می نوازد خلق را از لطف خاص و فیض عام
ظاہر باطن ہو برائے خدا	چاہیں خدا سے نہ سوائے خدا
دیدہ بینا ہو ہر اک موئے تن	محوِ تجلیٰ رہے روح و بدن
اے مرے مولا مرے والی ولی	کر عطا مجھ کو بہ طفیلِ نبی ﷺ
اور جو مسلمان بھائی ہیں میرے	ان کو بھی تو اپنے فضل سے رتبہ دے

صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَاَنْبِیَآءِہٖ وَرُسُلِہٖ وَحَمَلَةِ عَرْشِہٖ وَ جَمِیْعَ اُمَّتِہٖ علٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِیْعِنَآ وَحَبِیْبِنَآ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِہٖ اَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَعَشِیْرَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّحِمِیْنَ ○

تبلیغ کے اہم اصول

--->> دورانِ تبلیغ درج ذیل اصولوں کو پیشِ نظر رکھیں۔

● دورانِ تبلیغ سفید لباس، پانچ کلی ٹوپی، سفید پگڑی پہن کر باوضو رہیں۔ ● دورانِ تبلیغ آپ ایک وفد میں شامل ہوں گے جس کے امیر یا خادم وفد کے پاس تمام پروگرام، تفصیلات اور ہدایات ہوں گی۔ اِن ہدایات پر عمل کرنا سب کا فرض ہوگا۔ ● اپنا مکمل وقت وفد کے ساتھ گزارنا ہوگا لہذا وقت یا مدت پوری ہونے سے پہلے آپ کہیں علیحدہ یا واپس ہرگز نہ جائیں، حتیٰ کہ استنجا یا وضو یا آرام بھی بغیر اطلاع یا اجازت نہ کریں۔ ● دورانِ سفر غیر اخلاقی گفتگو یا حرکات سے پرہیز کریں دورانِ سفر باوضو دینی کتب کا مطالعہ یا ذکرِ الٰہی کریں، بحث مباحثہ اور ہنسی مذاق نہ کریں۔ ● اپنے ضروری سامان اور جیب وغیرہ کی خود حفاظت کریں اور اپنا سامان خود اٹھائیں، کرایہ اور اخراجاتِ سفر وغیرہ خادم وفد کے پاس جمع کروادیں، خادم وفد تمام حساب کتاب تحریری طور پر ساتھ ساتھ لکھتا جائے۔ ● آپس کی دوستی، بے تکلفی اور جان پہچان کی بجائے دین کے لیے کوشش کریں، ہمیشہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔ ● چلتی بس یا گاڑی میں سوار ہونے اور اترنے سے گریز کریں، بس میں شور نہ مچائیں اور نہ ہی بس کی دیواریں بجائیں۔ ● ادھر اُدھر دیکھنے کی بجائے نظریں جھکائے

ذکرالٰہی اور استغفار کرتے رہیں۔ ● خلافِ سنت افعال سے مکمل طور پر اجتناب کریں کہ جس سے لوگ آپ سے بدظن ہوکر تنقید کریں، مثال کے طور پر اذان کے وقت گفتگو، اذان کے بعد لیٹا یا سوتا رہنا، نماز بغیر جماعت کے ادا کرنا ،قبلہ رخ تھوکنا یا قبلہ رخ چیزیں نہ رکھنا وغیرہ۔ ● کھانے پر جو بھی خرچ آئے، تمام بھائی آپس میں تقسیم کرلیں، کسی ایک پر بوجھ نہ بنیں۔ ● کھانا صرف انتہائی قابل اعتبار شناسا دوست یا مسلمان بھائی بخوشی کھلائے پلائے تو کوئی حرج نہیں، نامعلوم یا عام افراد سے کھانا پینا سخت منع ہے۔ ● رہائش صرف مسجد یا مرکز تبلیغ پر رکھیں، کسی نامعلوم مقام یا مرکز تبلیغ و مسجد سے دور رہائش نہ رکھیں۔ ● نماز تہجد یا دیگر اوقات میں سوئے ہوئے مبلغ کو نرمی سے اٹھائیں۔ ● صرف اپنے مقررہ پروگرام کے مطابق وقت گزاریں، اپنی یا کسی کی مرضی، مشورہ یا دعوت پر پروگرام ہرگز تبدیل نہ کریں۔ ● تمام ارکان وفد اپنے گھر پہنچنے پر اپنے مرکز تبلیغ یا امیر کو فوری اطلاع کریں۔ ● جو امیر مقرر کیا جائے، اُس کی اطاعت اور ادب و احترام کرتے ہوئے وقت گذاریں۔

● دوران تبلیغ خدمت خلق اور حسن اخلاق کے عملی مظاہرے کریں، جہاں تبلیغ کے لیے جائیں وہاں کسی بیمار کی تیمارداری، کسی پریشان حال کو دلاسہ، کسی مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے کی کوشش یا کسی ضرورت مند کی مدد کرنے یا اہل علاقہ کو تبلیغ کرتے ہوئے کروانے کی بھرپور عملی کوشش کریں۔ اللہ کریم جل شانہٗ دین کے لیے کوشش قبول فرمائے۔ آمین بجاہِ نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

آؤ! دین کی طرف

تبلیغ وتربیت کا یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ سیکھنے سکھانے اور عمل کی کوشش کرنے کے لیے ہے۔ اسلام اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم دین اور مکمل ضابطۂ حیات بھی ہے، یہ نفرت نہیں محبت کا درس دیتا ہے، یہ سختی نہیں نرمی کی تعلیم دیتا ہے اور یہ دنیاوی زندگی کو چھوڑنے کی نہیں سنوارنے کی تلقین کرتا ہے، اِن باتوں کو مکمل طور پر سمجھنے، دین سیکھنے اور لوگوں کو ہدایت، بھلائی اور نیکی کی طرف بلانے کے لیے آپ بھی کوشش کریں اور ہمارے ساتھ تبلیغ کے لیے نکلیں۔ بحمدُ للّٰہِ تعالیٰ! حضرت کرماں والا شریف اوکاڑہ میں ہر اسلامی ماہ کے پہلے جمعۃ المبارک کو ۳ روزہ تبلیغی وتربیتی نشست منعقد ہوتی ہے، تیسرے روز دعوتی و تبلیغی وفود روانہ کیے جاتے ہیں، محبتِ الٰہی اور عشق رسول ﷺ کے حصول کے لیے آپ بھی اِس تربیتی نشست میں شامل ہو کر دین و دنیا میں کامیابی حاصل کریں۔